بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 74

شمارہ 9

ایڈیٹر منصور احمد

شرح چندہ
سالانہ 850 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈیا
80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

www.akhbarbadr.in

28 شعبان 1446 ہجری قمری ● 27 تبلیغ 1404 ہجری شمسی ● 27 فروری 2025ء

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ○

(سورۃ البقرۃ:184)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 21 فروری 2025 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، فعال درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ ؕ

تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو (اس حال میں) دیکھے (کہ نہ مریض ہو نہ مسافر) اسے چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۙ﴿۱۸۴﴾ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ ؕ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَهٗ فِدۡیَۃٌ طَعَامُ مِسۡکِیۡنٍ ؕ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَیۡرًا فَهُوَ خَیۡرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۸۵﴾ شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰی وَالۡفُرۡقَانِ ۚ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡکُمُ الشَّهۡرَ فَلۡیَصُمۡهُ ؕ وَمَنۡ کَانَ مَرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیۡدُ اللّٰهُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ ۫ وَلِتُکۡمِلُوا الۡعِدَّۃَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىکُمۡ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۱۸۶﴾

ترجمہ:: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر (بھی) روزوں کا رکھنا (اسی طرح) فرض کیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں تا کہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو۔ (سو تم روزے رکھو) چند گنتی کے دن۔ اور تم میں سے جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو (اسے) اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی) ہوگی اور ان لوگوں پر جو اس (یعنی روزہ) کی طاقت نہ رکھتے ہوں (بطور فدیہ) ایک مسکین کا کھانا دینا (بشرطِ استطاعت) واجب ہے اور جو شخص پوری فرمانبرداری سے کوئی نیک کام کرے گا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم علم رکھتے ہو تو (سمجھ سکتے ہو کہ) تمہارا روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ رمضان کا مہینہ وہ (مہینہ) ہے جس کے بارہ میں قرآن (کریم) نازل کیا گیا ہے (وہ قرآن) جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت (بنا کر بھیجا گیا) ہے اور جو کھلے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے (ایسے دلائل) جو ہدایت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی (قرآن میں) الٰہی نشان بھی ہیں اس لئے تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو (اس حال میں) دیکھے (کہ نہ مریض ہو نہ مسافر) اسے چاہیے کہ وہ اس کے روزے رکھے اور جو شخص مریض ہو یا سفر میں ہو تو اس پر اور دنوں میں تعداد (پوری کرنی واجب) ہوگی۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور (یہ حکم اس نے اس لئے دیا ہے کہ تم تنگی میں نہ پڑو اور) تا کہ تم تعداد کو پورا کرلو اور اس (بات) پر اللہ کی بڑائی کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی ہے اور تا کہ تم (اس کے) شکر گذار بنو۔

رمضان کے ایک مہینے کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکوٰۃ دو

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆ عَنۡ اَبِیۡ اُمَامَۃَ الۡبَاهِلِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ قَالَ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ یَخۡطُبُ فِیۡ حَجَّۃِ الۡوَدَاعِ فَقَالَ : اتَّقُوا اللّٰهَ وَصَلُّوۡا خَمۡسَکُمۡ وَصُوۡمُوۡا شَهۡرَکُمۡ وَاَدُّوۡا زَکٰوۃَ اَمۡوَالِکُمۡ وَاَطِیۡعُوۡا اِذَا اَمَرَکُمۡ تَدۡخُلُوۡا جَنَّۃَ رَبِّکُمۡ ۔

ترجمہ:: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ حضورؐ فرما رہے تھے کہ اللہ سے ڈرو اور پانچوں وقت کی نماز پڑھو، ایک مہینے کے روزے رکھو، اپنے اموال کی زکوٰۃ دو اور جب مَیں کوئی حکم دوں تو اس کی اطاعت کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو اپنے ربّ کی جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب مَا یَتَعَلَّقُ بِالصَّلٰوۃِ)

☆ عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنۡ قَامَ رَمَضَانَ اِیۡمَانًا وَّاحۡتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِهٖ ۔ (بخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان)

ترجمہ:: حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص ایمان کے تقاضے اور ثواب کی نیّت سے رمضان کی راتوں میں اُٹھ کر نماز پڑھتا ہے اسکے گزشتہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

☆ عَنۡ أَبِیۡ هُرَیۡرَۃَ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَنۡ اَفۡطَرَ یَوۡمًا مِنۡ شَهۡرِ رَمَضَانَ مِنۡ غَیۡرِ رُخۡصَۃٍ وَلَا مَرَضٍ فَلَنۡ یَقۡضِیَهٗ صِیَامُ الدَّهۡرِ کُلِّهٖ وَلَوۡ صَامَ الدَّهۡرَ ۔

(مسند الدارمی بَابُ مَنۡ أَفۡطَرَ یَوۡمًا مِنۡ رَمَضَانَ مُتَعَمِّدًا)

ترجمہ:: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر کسی رخصت یا مرض کے چھوڑ دیتا ہے، پھر اس کے بدلے اگر وہ ساری عمر روزے رکھے تو وہ روزے اس ایک چھوڑے ہوئے روزے کا بدل نہیں ہوسکیں گے۔

میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں، طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

رَمَض سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے، دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے، روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا، اس لئے رمضان کہلایا، میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہوسکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق و شوق اور حرارتِ دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیرہ گرم ہو جاتے ہیں۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 194، مطبوعہ قادیان 2018)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

رمضان کا مہینہ مبارک مہینہ ہے، دعاؤں کا مہینہ ہے۔ میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 83، مطبوعہ قادیان 2018)

......☆......☆......☆......

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت پیدا کرنے کے لئے نمازوں کی پابندی بہت ضروری ہے
نماز وہ زینہ ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتا ہے، اس لئے نمازوں کی ادائیگی کا خاص اہتمام کریں

تلاوت قرآن کریم کا بھی خاص اہتمام کریں، قرآن کریم وہ کتاب ہے جس میں ہمارے لئے ہر مسئلے کا حل موجود ہے
اس کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اس پر عمل کرنے کی سعی کریں

قرآن کریم کی صحیح فہم اور ادراک حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی بہت ضروری ہے
کیونکہ آپ علیہ السلام کی کتب اور ارشادات میں ہمارے لئے وہ حقیقی روحانی خزائن مضمر ہیں
جو ہمیں اصلاح اعمال کے راستے پر گامزن کر سکتے ہیں

اپنے وقت کا صحیح استعمال کریں اور فضول باتوں اور کاموں سے بچیں
اپنے وقت کو بے ہودہ باتوں اور لغویات میں ضائع کرنے کی بجائے مفید کاموں میں صرف کریں
آج کل کے دور میں سوشل میڈیا کے ذریعہ بہت ساری برائیاں پھیل رہی ہیں، ان سے بچنے کی کوشش کریں
غیر ضروری سوشل میڈیا کے استعمال سے گریز کریں اور ہر اس عمل سے اجتناب کریں جو اسلامی تعلیمات سے دور لے جانے والا ہو

اپنی نمازوں میں، اپنے نوافل میں اپنی اصلاح کے لئے خاص دعائیں کریں
اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں کہ وہ آپ کو اپنے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کے 54 سالانہ نیشنل اجتماع 2024ء کے موقع پر بصیرت افروز پیغام

مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ بھارت
بتوسط مکرم وکیل صاحب تعمیل و تنفیذ اسلام آباد۔ یوکے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے اپنے 54ویں سالانہ نیشنل اجتماع کے لئے پیغام کی درخواست کی ہے۔ اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں آپ کے سامنے اصلاحِ اعمال کے حوالہ سے چند اہم باتیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اصلاحِ اعمال کا مضمون بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ وہ راہ ہے جو انسان کو اپنے خالق و مالک کی رضا حاصل کرنے کی طرف لے جاتی ہے۔ اصلاح اعمال کے ذریعہ ہی انسان اپنے ایمان کو مضبوط کرتا ہے اور روحانی ترقیات کی منازل طے کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”یاد رکھو کہ صرف زبانی باتوں سے کچھ نہیں ہوتا جب تک عملی حالت درست نہ ہو۔ جو شخص حقیقی طور پر خدا کو اپنا ربّ اور مالک یوم الدین سمجھتا ہے ممکن ہی نہیں کہ وہ چوری، بدکاری، قمار بازی یا دیگر افعال شنیعہ کا مرتکب ہو سکے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ سب چیزیں ہلاک کر دینے والی ہیں اور ان پر عملدرآمد کرنا خدا تعالیٰ کے حکم کی صریح نافرمانی ہے۔ غرض انسان جب تک عملی طور پر ثابت نہ کر دیوے کہ وہ حقیقت میں خدا پر سچا اور پکا ایمان رکھتا ہے تب تک وہ فیوض اور برکات حاصل نہیں ہو سکتے جو مقربوں کو ملا کرتے ہیں۔“ (ملفوظات، جلد 10، صفحہ 32) پس ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیے اور ان میں بہتری لانے کی مسلسل کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں۔ جب دل میں اللہ کی محبت ہو گی تو پھر اس کے احکامات پر عمل کرنا بھی آسان ہو جائے گا۔ اور خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت پیدا کرنے کے لئے نمازوں کی پابندی بہت ضروری ہے۔ نماز وہ زینہ ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتا ہے۔ اس لئے نمازوں کی ادائیگی کا خاص اہتمام کریں۔ نمازوں کو وقت پر اور باجماعت ادا کرنے کی پوری کوشش کریں۔ اسی طرح تلاوت قرآن کریم کا بھی خاص اہتمام کریں۔ قرآن کریم وہ کتاب ہے جس میں ہمارے لئے ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ اس کی تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے کی کوشش کریں اور پھر اس پر عمل کرنے کی سعی کریں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔“ (روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 26) پس قرآن کریم کے احکامات پر عمل کرنے کی پوری کوشش کریں اور انہیں اپنی عملی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ قرآن کریم کی صحیح فہم اور ادراک حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی بہت ضروری ہے کیونکہ آپ علیہ السلام کی کتب اور ارشادات میں ہمارے لئے وہ حقیقی روحانی خزائن مضمر ہیں جو ہمیں اصلاح اعمال کے راستے پر گامزن کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ اصلاح اعمال کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم اپنے اخلاق پر نظر رکھیں اور انہیں درست کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اچھے اخلاق سے ہی ہم دوسروں کے دلوں میں جگہ بنا سکتے ہیں اور ان کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کی طرف راغب کر سکتے ہیں۔ اس لئے ہر وقت اپنے اخلاق کا خیال رکھیں۔ کسی کے ساتھ بدتمیزی یا بداخلاقی نہ کریں۔ ہر ایک سے محبت اور پیار سے پیش آئیں اور ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہوئے حقیقی بھائی چارہ کی فضا قائم کریں۔

پھر خدام الاحمدیہ کے ممبران بلکہ ہر ذیلی تنظیم کے ممبر ان کو چاہیے کہ وہ اپنے عہد کو یاد رکھیں۔ آپ نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا جو عہد کیا ہے اس کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ ان باتوں پر عمل کرنے کی کوشش بھی کریں۔ اپنے وقت کا صحیح استعمال کریں اور فضول باتوں اور کاموں سے بچیں۔ اپنے وقت کو بے ہودہ باتوں اور لغویات میں ضائع کرنے کی بجائے مفید کاموں میں صرف کریں۔ آج کل کے دور میں سوشل میڈیا کے ذریعہ بہت ساری برائیاں پھیل رہی ہیں۔ ان سے بچنے کی کوشش کریں۔ غیر ضروری سوشل میڈیا کے استعمال سے گریز کریں اور ہر اس عمل سے اجتناب کریں جو اسلامی تعلیمات سے دور لے جانے والا ہو۔

یاد رکھیں کہ آپ کی عمر وہ عمر ہے جس میں انسان کے اندر فطرتی طور پر جوش و جذبہ ہوتا ہے۔ اس جوش و جذبے کو صحیح سمت میں استعمال کریں گے تو جہاں آپ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوں گے وہاں لوگ بھی آپ کے نیک نمونوں کو دیکھ کر آپ کی طرف مائل ہوں گے۔ اس لئے اپنی توانائیوں کو دین کی خدمت میں وقف کر دیں۔ جماعت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ تبلیغ کے میدان میں آگے بڑھیں اور اپنے علاقوں میں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچائیں اور لوگوں کو اسلام احمدیت کی خوبصورت تعلیم سے آگاہ کریں۔ آج کل دنیا جس فسق و فجور میں پڑی ہوئی ہے۔ ہر جگہ فساد برپا ہے اور لوگ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہیں اس کا علاج اور حل اسی میں ہے کہ وہ اپنے خالق حقیقی کو پہچان کر اپنے عبادتوں کے معیار بلند کر کے حقوق العباد بجالانے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے حقوق بھی کما حقہ ادا کرنے والے ہوں۔ پس لوگوں کی اس طرف راہنمائی کرنا اور انہیں بتانا کہ تمہارا ایک خدا ہے اور اسے مان کر اور پہچان کر اور اس کی عبادت کا حق ادا کر کے تم نجات حاصل کر سکتے ہو آپ کا فرض اور ذمہ داری ہے۔ اس لئے اس کام کو سرانجام دینے کے لئے پہلے اپنی عملی اصلاح کی طرف توجہ دیں اور اس کے حصول کے لئے دعاؤں کا بھی خاص اہتمام کریں۔ دعا وہ طاقتور ہتھیار ہے جو ہمیں دیا گیا ہے۔ ہمارے کام دعاؤں سے ہی ہونے ہیں۔ اس لئے اپنی نمازوں میں، اپنے نوافل میں اپنی اصلاح کے لئے خاص دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں کہ وہ آپ کو اپنے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنے اعمال کی حقیقی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس اجتماع کو بھی ہر لحاظ سے کامیاب و بابرکت فرمائے اور آپ سب کو اس کے پروگراموں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ آمین (بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 19 نومبر 2024ء)

❁❁❁❁

خطبہ جمعہ

غزوۂ خیبر کے موقع پر روانگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جو مالِ غنیمت کی غرض سے نکل رہے ہیں وہ میرے ساتھ نہ نکلیں۔
صرف وہ لوگ میرے ساتھ روانہ ہوں جو صرف جہاد میں رغبت رکھتے ہیں

غزوۂ ذِی قَرَ د کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
آج کے بہترین گھڑسوار ابوقتادہؓ اور بہترین پیادہ سَلَمَہ بِنْ اَکْوَع ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کوئی نذر خدا کی نافرمانی میں پوری نہ کی جائے اور نہ ہی اُس میں نذر جائز ہے جس کا بندہ مالک نہیں

غزوۂ ذِی قَرَ د، سَرِیَّہ حضرت اَبَان بن سعیدؓ بطرف نجد اور غزوۂ خیبر کے تناظر میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

مکرم محمد اشرف صاحب آف منڈی بہاؤالدین، مکرم حبیب محمد شاتری صاحب نائب امیر دوم کینیا
اور مکرم انوبی مدینگو صاحب آف زمبابوے کا ذکر خیر اور نماز جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 31 جنوری 2025ء بمطابق 31 صلح 1404 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ○ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ○
اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ○

گذشتہ جمعہ غزوۂ ذِی قَرَ د کا ذکر ہو رہا تھا جیسا کہ بتایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس غزوہ میں جانے سے پہلے چند صحابہؓ کو دشمن کی طرف روانہ فرمایا تھا اور آپؐ پھر ان کے پیچھے اپنا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ اس ضمن میں مزید لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ آئے تو دشمن کے لشکر نے انہیں دیکھا اور وہ بھاگ گئے۔ جب مسلمان دشمن کے پڑاؤ کی جگہ پہنچے تو حضرت ابوقتادہؓ کا گھوڑا وہاں موجود تھا جس کی کونچیں کٹی ہوئی تھیں۔ ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوقتادہ کے گھوڑے کی تو کونچیں کٹی ہوئی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہوئے اور دو مرتبہ فرمایا۔ تیرا بھلا ہو، جنگ میں تیرے کتنے دشمن ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ آگے چل دیے یہاں تک کہ اس جگہ پہنچے جہاں حضرت ابوقتادہؓ اور مَسۡعَدَہ نے کشتی کی تھی، گذشتہ جمعہ اس کے بارے میں بیان ہوا تھا۔ تو انہوں نے سمجھا کہ حضرت ابوقتادہؓ چادر میں لپٹے پڑے ہیں۔ ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لگتا ہے کہ ابوقتادہؓ شہید ہو گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ابوقتادہ پر رحم کرے۔ اس ذات کی قسم! جس نے مجھے عزت بخشی ہے ابوقتادہ تو دشمن کے پیچھے ہے اور رجز پڑھ رہا ہے۔

حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلے نے، لشکر نے جب میرے گھوڑے کو دیکھا کہ اس کی کونچیں کٹی ہوئی ہیں اور مقتول کو میری چادر میں لپٹے ہوئے دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ شاید میں شہید ہو گیا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلدی سے آگے بڑھے اور چادر ہٹائی تو مَسۡعَدَہ کا چہرہ دیکھا۔ ان دونوں نے کہا اللہ اکبر! اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا۔ یا رسول اللہ! یہ مَسۡعَدَہ ہے۔ اس پر صحابہؓ نے بھی تکبیر کہی اور پھر تھوڑی دیر بعد ہی حضرت ابوقتادہ اونٹنیاں ہانکتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوقتادہؓ! تمہارا چہرہ کامیاب ہو گیا۔ ابوقتادہؓ گھڑ سواروں کے سردار ہیں۔ اے ابوقتادہؓ!! اللہ تم میں برکت رکھ دے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت رکھ دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوقتادہ! یہ تمہارے چہرے پر کیا ہوا ہے؟ حضرت ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں مجھے ایک تیر لگا تھا۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپؐ کو عزت بخشی، میرا خیال تھا کہ میں نے وہ تیر نکال دیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا ابوقتادہ میرے قریب آؤ۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا۔ آپ نے نرمی سے تیر نکال دیا اور اپنا لعاب دہن لگایا اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا۔ حضرت ابوقتادہؓ کہتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا کی مجھے یوں لگتا تھا جیسے مجھے کوئی چوٹ ہی نہ لگی ہو اور نہ زخم آیا ہو۔ پچھلی دفعہ بیان ہوا تھا کہ تیر تو حضرت ابوقتادہؓ نے خود نکالا تھا لیکن ہو سکتا ہے اس کی کوئی اَنی، اس کا کوئی پھل اندر رہ گیا ہو جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالا۔ اس کا نشان نظر آ رہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقتادہ کو دیکھا تو فرمایا اے اللہ! اس کے بالوں اور اس کی جلد میں برکت رکھ دے۔ اور فرمایا تمہارا چہرہ کامیاب ہو گیا۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ کا چہرہ کامیاب ہو گیا۔ پھر جب ستر سال کی عمر میں حضرت ابوقتادہؓ کی وفات ہوئی تب بھی کہتے ہیں کہ آپؓ چہرے سے پندرہ سال کے لگتے تھے یعنی جوان چہرہ لگتا تھا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 100، 101 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

اس غزوہ میں حضرت سَلَمَہؓ کا دشمن سے ذُوقَرَد میں مقابلے کا ذکر یوں ملتا ہے۔ حضرت سَلَمَہؓ کہتے ہیں کہ میں دشمن کے پیچھے دوڑتا جا رہا تھا یہاں تک کہ مجھے اس ذات کی قسم! جس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی مجھے اپنے پیچھے صحابہؓ نظر نہیں آ رہے تھے اور نہ ہی مجھے ان کا گرد و غبار نظر آ رہا تھا۔ دشمن غروبِ آفتاب سے پہلے ایک گھاٹی میں پہنچ گیا جہاں ذُوقَرَد نام کا ایک چشمہ تھا۔ انہوں نے وہاں سے پانی پینا چاہا تو مجھے دیکھا کہ میں ان کے پیچھے ہی ہوں تو وہ اس سے ہٹ گئے۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا تو اسے تیر مارا۔ میں نے صبح بھی اسے تیر مارا تھا۔ اب دوسرا تیر اسے مارا اور دونوں تیر اسے لگے۔ وہ دو گھوڑے چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تو میں نے ان دونوں کو پکڑا اور اتنی دیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے تھے تو پھر ان کو لے کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہانک لایا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 98-99 دار الکتب العلمیۃ 1993ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذُوقَرَد پہنچنے کے بارے میں یوں بیان ہوا ہے۔ حضرت سَلَمَہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے وقت پہنچے اور چشمے پر پڑاؤ ڈالا جہاں میں نے دشمن کو روکا تھا۔ آپؐ اونٹنیاں اور ہر وہ چیز جو میں نے دشمن سے چھینی تھی قبضہ میں کر چکے تھے۔ حضرت بلالؓ نے ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کیا جو دشمن سے چھینے گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کا کلیجہ اور کوہان بھونی۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے کھجوروں سے لدے ہوئے دس اونٹ بھیجے جو آپؐ کو ذُوقَرَد مقام پر ملے۔ حضرت سَلَمَہؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا مَیں نے دشمن کو پانی سے روکا ہوا تھا اور وہ پیاسے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک سو مجاہدین کے ساتھ روانہ کریں میں ان کا پیچھا کر کے ان کے ہر مخبر کو بھی قتل کر دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے یہاں تک کہ آگ کی روشنی میں آپ کے دندانِ مبارک نظر آنے لگے۔ آپ نے فرمایا: سَلَمَہ کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟ میں نے کہا آپ کو عزت دینے والے کی قَسم! جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَلَکۡتَ فَاَسۡجِحۡ تم نے ان پر قابو پا لیا ہے تو نرمی اختیار کرو۔ یہ عرب کے محاوروں میں سے ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بہترین معافی یہی ہے کہ نرمی اختیار کرو اور سختی سے کام نہ لو۔ اگر وہ چلے گئے تو چلے گئے اب ان کا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس جنگ کے واقعات میں حضرت سَلَمَہؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صبح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

آج کے بہترین گھڑسوار ابوقتادہؓ اور بہترین پیادہ سَلَمَہ بِنْ اَکْوَع ہیں۔

حضرت سَلَمہؓ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے سوار اور پیادہ دونوں کا حصہ عطا فرمایا۔ پھر مجھے اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار کیا۔ اس سفر میں حضرت سَلَمہؓ کی ایک اور روایت ملتی ہے۔ حضرت سَلَمہؓ کہتے ہیں کہ مدینہ واپسی کے وقت جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو ایک انصاری صحابی جو دوڑنے میں بہت تیز تھے اعلان کر کے کہنے لگے کہ کوئی ہے جو میرے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کرے۔ یعنی مدینہ طیبہ تک میرے ساتھ دوڑ لگائے۔ انہوں نے چند مرتبہ یہی الفاظ دہرائے۔ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہی اونٹنی پر سوار تھا۔ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار تھا۔ میں نے ان انصاری صحابی سے کہا کہ کیا تم کسی معزز کی عزت نہیں کرتے۔ تمہیں کسی شریف آدمی کا ڈر نہیں ہے جو یہ اعلان کرتے پھر رہے ہو۔ اس نے کہا نہیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَور مجھے کسی سے کوئی نہیں ڈر۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے اس آدمی سے دوڑ لگانے کی اجازت دیں۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر تم چاہتے ہو تو لگاؤ۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ چلو۔ پھر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے پاؤں موڑے اور چھلانگ ماری اور دوڑ پڑا اور مَیں ایک یا دو گھاٹیاں اس کے پیچھے دوڑا یعنی وہ آگے اور میں پیچھے تھا اور اپنی طاقت بچاتا رہا۔ پھر میں تیز ہوا اور اسے جا لیا۔ مَیں نے اسے کندھے کے درمیان ہاتھ مارا اور کہا اللہ کی قسم! میں تم پر سبقت لے گیا۔ وہ مسکرانے لگا اور کہا میرا ابھی یہی خیال ہے اور یوں مَیں اس دوڑ میں آگے نکل گیا یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔

اس غزوہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے کتنا عرصہ باہر رہے اس کی تفصیل میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدھ کی صبح روانہ ہوئے اور آپؐ نے ایک رات ایک دن ذُوقَرَدْ میں قیام فرمایا تا کہ دشمن کی کوئی خبر مل سکے۔ پھر سوموار کے دن مدینہ واپس تشریف لائے۔ یوں آپ پانچ راتیں مدینہ سے باہر رہے۔

اس جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ کی تفصیل یوں ہے۔ مسلمانوں میں سے حضرت مُحْرِزْ بن نَضْلَہؓ شہید ہوئے۔ ابنِ ہشام کے مطابق ابنِ وَقَّاص بن مُجَزِّزْ بھی شہید ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت ابوذرؓ کے بیٹے جنگ سے پہلے ہی اونٹوں کے باڑہ میں شہید کر دیے گئے تھے۔ کفار کے بارے میں لکھا ہے کہ کفار میں سے عبدالرحمٰن بن عُیَیْنَہ، حُبَیْب بن عُیَیْنَہ، مَسْعَدَہ بن حَکَمَہ فَزَارِی، اَوْبَار اور اس کا بیٹا عَمرو قتل ہوئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 100 تا 104 دار الکتب العلمیۃ 1993ء) (عمدة القاری جلد 14 صفحہ 286 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 95 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابوذرؓ کی بیوی کو دشمن قید کر کے لے گئے تھے۔ اس کا ذکر پہلے ہوا تھا۔ حملہ آور حضرت ابوذر کی بیوی کو پکڑ کر ساتھ لے گئے تھے اور انہوں نے اس کو باندھ کر رکھا ہوا تھا اور وہ لوگ اپنے مویشی اپنے گھروں کے سامنے رات کو رکھتے تھے۔ ایک رات وہ عورت بندھنوں سے چھٹ گئی اور قریب ہی بندھے ہوئے اونٹوں کے پاس آئی۔ جب بھی وہ کسی اونٹ کے قریب آتی تو وہ بلبلاتا۔ اسے چھوڑ دیتی وہ شور مچاتا یہاں تک کہ عَضْبَاء یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ اونٹنی تھی جسے دشمن لُوٹ کر ساتھ لے آئے تھے اس کے پاس پہنچی تو وہ نہیں بلبلائی۔ بولی کوئی نہیں۔ بڑے آرام سے رہی۔ وہ سدھائی ہوئی اونٹنی تھی۔ وہ عورت اس کی پشت پر سوار ہو گئی اور اسے ایڑھ لگا دی اور وہ چل پڑی۔ ان لوگوں کو اس کے بھاگنے کا علم ہو گیا تو انہوں نے اسے پکڑنا چاہا لیکن وہ پکڑی نہ گئی۔

راوی کہتے ہیں کہ اس عورت نے اللہ کی خاطر نذر مانی کہ اگر اللہ اسے اس اونٹنی کے ذریعہ نجات دے گا تو وہ ضرور اس کو ذبح کر دے گی۔ جب وہ مدینہ آئی اور لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عَضْبَاء ہے۔ وہ عورت کہنے لگی میں نے تو نذر مانی ہے کہ اگر اللہ اس اونٹنی کے ذریعہ نجات دے گا تو وہ اس کی قربانی کرے گی۔ اس بحث مباحثہ پر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے یہ ساری بات بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ! اس عورت نے اس اونٹنی کو کتنا بُرا بدلہ دیا ہے۔ یہ اس کو بچا کے لائی ہے اور یہ اس کو یہ نذر مان کر یہ بدلہ دے رہی ہے کہ اگر اللہ نے اس اونٹنی کے ذریعہ اسے بچایا تو وہ اسے ذبح کر ڈالے گی۔ یہ تو اچھا بدلہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا

کوئی نذر خدا کی نافرمانی میں پوری نہ کی جائے اور نہ ہی اُس میں نذر جائز ہے جس کا بندہ مالک نہیں۔

فرمایا: تم اس کی مالک ہی نہیں ہو۔ یہ میری اونٹنی ہے۔ تم اللہ کا نام لے کر خیر و برکت کے ساتھ اپنے گھر جاؤ۔

(صحیح مسلم جلد 8 صفحہ 236-237 کتاب النذر باب لا وفاء لنذرٍ فی معصیة اللہ ...... حدیث: 3085) (سیرت ابن ہشام، غزوہ ذِی قَرَدْ صفحہ 667 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 95 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اب ایک سریے کا ذکر کروں گا یہ سَرِیَّہ حضرت اَبَان بن سعیدؓ بطرف نَجْد کہلاتا ہے۔ یہ سَرِیَّہ محرم سات ہجری میں ہوا۔ (غزوات وسرایا از محمد اظہر فرید صفحہ 390 فریدیہ پبلشرز ساہیوال) جبکہ ایک روایت میں اس سَرِیَّہ کی تاریخ جُمَادَی الثانی سات ہجری بیان ہوئی ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس سَرِیَّہ کو محرم 7 ہجری میں لکھا ہے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 128 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 837)

اس سَرِیَّہ کی تاریخ محرم سات ہجری زیادہ قرینِ قیاس ہے کیونکہ روایات میں ذکر ہے کہ خیبر کی طرف روانگی سے قبل مدینہ سے نجد کی طرف حضرت اَبَان بن سعیدؓ کو بھیجا اور خیبر کی طرف روانگی محرم سات ہجری میں ہوئی تھی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت اَبَانؓ کا تعارف یہ ہے کہ حضرت اَبَانؓ کے والد اکابر قریش میں سے تھے۔ ان کے بھائی عمرو اور خالد پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور حبشہ ہجرت کرنے والوں میں شامل تھے۔ اَبَان جنگِ بدر میں مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے تھے۔ انہوں نے صلح حدیبیہ کے دوران حضرت عثمانؓ کو پناہ دی تھی۔ عمرو اور خالد حبشہ سے واپس آئے تو انہوں نے اَبَان کو پیغام بھیجا یہاں تک کہ تینوں اکٹھے خیبر کے ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اَبَان نے اسلام قبول کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اَبَان بن سعیدؓ نے صلح حدیبیہ اور غزوۂ خیبر کے درمیانی عرصہ میں اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اَبَان بحرین پر عامل تھے۔ اس کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور شام چلے گئے۔ آپؓ تیرہ ہجری میں شہید ہوئے، ایک روایت کے مطابق ستائیس ہجری کو حضرت عثمانؓ کی خلافت میں وفات پائی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد 1 صفحہ 168 تا 170 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 148 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غزوۂ خیبر پر روانگی سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اَبَان بن سعیدؓ کی قیادت میں نجد کی طرف ایک لشکر روانہ کیا تھا۔ نجد ایک نیم صحرائی لیکن شاداب خطہ ہے جس میں متعدد وادیاں اور پہاڑ ہیں۔ یہ جنوب میں یمن، شمال میں صحرائے شام اور عراق تک جا پہنچتا ہے۔ اس کے مغرب میں صحرائے حجاز واقع ہے۔ یہ علاقہ سطح زمین سے بارہ سو میٹر بلند ہے۔ اس بلندی کی بنا پر اس کو نجد کہتے ہیں۔ اس لشکر کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں مدینہ کو دشمن قبائل سے محفوظ رکھنا تھا۔ یہ قبائل ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ کب مناسب موقع ملے اور مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کے ساتھ مدینہ سے باہر جانا مدینہ پر حملہ کے لیے موزوں ترین موقع سمجھا جاتا تھا۔ دشمن یہ خیال کرتا تھا کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر ہیں اور لوگ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ لشکر ساتھ ہے اور مدینہ میں بہت کم لوگ ہیں۔ اس لیے ہم حملہ کر کے مدینہ کو فتح کر لیں۔ اس خدشہ کے تحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی غزوہ پر جاتے تو ایسے قبائل کی طرف بھی کچھ صحابہ بھیج دیا کرتے تھے۔

(ماخوذ از دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ جلد 8 صفحہ 412 بزم اقبال لاہور) (فرہنگ سیرت صفحہ 297 زوار اکیڈمی کراچی)

اس سَرِیَّہ کا ذکر صحیح بخاری میں اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اَبَانؓ کو ایک سَرِیَّہ پر مقرر کر کے مدینہ سے نجد کی طرف بھیجا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں پھر اَبَان اور ان کے ساتھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر میں آئے بعد اس کے کہ آپؐ نے اس کو فتح کر لیا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ یہ خیبر کی فتح کے بعد پہنچے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہیں اس میں حصہ نہ دیجیے خیبر کے مالِ غنیمت میں ان کا حصہ کوئی نہیں ہونا چاہیے۔ جس پر ان دونوں کی باہم تکرار ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اَبَان! بیٹھ جاؤ۔ اور آپؐ نے اس کو حصہ نہیں دیا کیونکہ براہ راست یہ خیبر کی جنگ میں شامل نہیں تھے۔ یہی وجہ ہو سکتی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر حدیث: 4238، 4239) (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 6 صفحہ 128 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر ایک غزوہ کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے۔ جو بڑا مشہور ہے۔ یہ غزوۂ خیبر کہلاتا ہے۔ خیبر ایک وسیع سبزہ زار ہے جو چشموں اور بکثرت پانیوں سے شاداب ہے اور جزیرۂ عرب میں کھجوروں کے سب سے بڑے نخلستان میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی زرخیزی کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ خیبر کی صرف ایک وادی جو کَتِیْبَہ کے نام سے موسوم ہے اس میں چالیس ہزار کھجوروں کے درخت تھے۔ خیبر کی وادی مدینہ سے شمال کی جانب اندازاً چھیانوے میل کی دوری پر تھی۔ یہاں یہود بہت قدیم سے آباد تھے۔ تاریخی روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے سے یہاں بنی اسرائیل کے یہود آباد تھے۔ بعض مؤرخین کے مطابق بُخْتَ نَصَّر کے زمانے میں یہود یہاں آباد ہوئے۔ کچھ اور روایات بھی ہیں جن سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ خیبر میں قدیم سے یہود آباد تھے اور بڑے بڑے قلعے بنا کر یہ لوگ یہاں آباد تھے۔ ان کے نزدیک اس جگہ کی بڑی اہمیت تھی اور اَب بھی کہتے ہیں کہ ہے۔ عبرانی زبان میں خیبر کے معنی بھی قلعہ کے ہیں۔ یہود کے کچھ قبائل مدینہ میں بھی آباد تھے لیکن خیبر کے یہود کو ایک بات ممتاز کرتی تھی کہ یہاں کے یہود باقی تمام یہود سے شجاعت اور جنگ میں استقلال دکھانے میں بڑھ کر تھے اور ان میں باہم اتحاد بھی دوسروں کی نسبت زیادہ تھا۔ جس کی وجہ سے یہ خطۂ عرب میں قوت و طاقت کی ایک اکائی سمجھی جانے والی قوم تھی۔

(ماخوذ از سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 328 تا 331 دار السلام) (طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 81 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 66 زوار اکیڈمی کراچی)

مدینہ کے یہود ہوں یا خیبر کے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے متعلق ان کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں باغیانہ حد تک بڑھی ہوئی تھیں۔ بغض و عداوت میں بڑھتی ہی چلی جانے والی اس قوم نے اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کو بھی ختم کرنے میں اپنی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لانے میں کوئی کمی نہیں کی جبکہ اس کے برعکس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے یہود کے ساتھ ہمیشہ نرمی کا برتاؤ کیا۔ ان کے ساتھ صلح کے معاہدے کیے اور جب کبھی بھی وہ معاہدے کو توڑ دیتے یا خلاف ورزی کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی کوشش درگزر اور عفو کی ہوتی تھی یہاں تک کہ ان لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی متعدد مرتبہ کوشش کی۔ معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بیرونی طاقتوں کو مدینہ پر حملہ کرنے میں تعاون کیا جس کے بدلے میں سزا کے طور پر ان تمام یہود کو سخت سے سخت سزا بھی دی جاتی تو وہ عدل و انصاف کے عین مطابق ہوتی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حد درجہ کا عفو اور رحمت کا یہ عالم تھا کہ پھر بھی ان کی جان و مال کو یوں امان دی اور مدینہ سے یوں جلا وطن کر دیا کہ جو کچھ ساتھ لے کر جا سکتے ہو لے جاؤ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد نعوذ باللہ جبر و اکراہ ہوتا تو مدینہ کے یہود کی بار بار عہد شکنی پر ان کو کبھی معاف نہ فرماتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اگر خون بہانا ہوتا تو بنو قَیْنُقَاع اور بَنُو نَضِیر کو کبھی جان کی امان دے کر بحفاظت مدینہ سے نہ جانے دیتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اگر مال و دولت کا حصول ہوتا تو بنو نضیر جو کہ جزیرۂ عرب میں سب سے بڑا سرمایہ دار گروہ خیال کیا جاتا تھا کبھی سونے چاندی کو مشکوں اور بڑے بڑے تھیلوں میں بھر کر اہالیانِ مدینہ کے سامنے ان کو دکھا دکھا کر نہ لے جا سکتا اور جو حسن و احسان اور عفو و درگزر کا سلوک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودِ مدینہ کے ساتھ کیا

تھا ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ خیبر میں آباد ہو جانے کے بعد یہ لوگ اسلام اور بانی اسلام کے حق میں صلح جوئی اور امن و سلامتی کے ماحول میں رہتے۔ لیکن مدینہ سے جلاوطنی کے بعد مدینہ کے یہود کی ایک تعداد خیبر میں جا کر آباد ہو گئی تھی اور خیبر جو کہ پہلے ہی ایک بہت بڑی حربی طاقت تھی اب مسلمانوں کے خلاف خطرناک منصوبہ سازیوں کا مرکز بن گئی۔ یہ خیبر کے یہود ہی تھے کہ ایک بڑا وفد لے کر جس میں خیبر کے بڑے بڑے یہودی سردار تھے مشرکینِ مکہ کو ملنے مکہ پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور اسلام کو ختم کرنے کا ایک منصوبہ تیار کیا اور ان کو رضامند کرنے کے بعد ارد گرد کے متفرق قبائل میں ان کا وفد گیا اور ایک ایک قبیلے کو تیار کر کے اور اس وقت کی تاریخ کا پندرہ ہزار کا ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے مدینہ پر چڑھائی کر دی جو تاریخ اسلام میں غزوۂ احزاب یا جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے، اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت نہ ہوتی تو مسلمانوں کے ساتھ شاید مدینہ کا بھی نام ونشان مٹ چکا ہوتا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس خطرناک منصوبے کے سرغنہ خیبر کے یہود ہی تھے جو اب ہر وقت مسلمانوں کو ختم کرنے میں مصروف تھے۔ مدینہ میں موجود بنو قُرَیْظَہ کو ان کی عہد شکنی کی پہلی مرتبہ سخت سزا بھی یہود خیبر کو اپنے رویوں میں تبدیلی پیدا کرنے کا باعث نہ بن سکی اس لیے اب بہت ضروری تھا کہ اس عہد شکنی اور سازشی کردار ادا کرنے والی قوم کے خلاف براہ راست کوئی قدم اٹھایا جائے تا کہ خطے کا امن بحال ہو سکے اور ہر کوئی اپنی اپنی جگہ امن وسکون سے بے خوف و خطر اپنے اپنے مذہب ومسلک پر اس طرح عمل پیرا ہو سکے کہ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ کہ دین صرف اللہ کے لیے ہو جائے۔ دین میں کسی قسم کا کوئی جبر نہ ہو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے بندے کا معاملہ ہے۔

ایک مشہور مستشرق منٹگمری واٹ جو کہ اسلام اور بانی اسلام کے خلاف زہر اگلنے میں دریغ نہیں کرتا وہ بھی اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ خیبر پر حملہ کی سیدھی اور سادہ وجہ یہ تھی کہ انہوں نے یعنی خیبر کے لوگوں نے، اپنی دولت کا بے دریغ استعمال کر کے، اپنے ہمسایہ عربوں کو اکسایا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھائیں۔

(Muhammad Prophet and Stateman by W.Montgomery Watt Pg:189)

تو یہ وہ خاص پس منظر تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی اشاروں کے تابع یہ فیصلہ کیا کہ خیبر کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ علامہ ابن سعد نے لکھا ہے کہ غزوہ خیبر جُمادی الاولیٰ سات ہجری میں ہوا۔ (طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 81، دارالکتب العلمیۃ بیروت) جبکہ ابنِ عُقْبہ اور علامہ ابن اسحاق کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذُوالحِجَّہ میں حدیبیہ سے مدینہ واپس تشریف لائے تو آپ مدینہ میں تقریباً بیس راتیں رہے۔ پھر خیبر کی طرف تشریف لے گئے اور یہ محرم کا مہینہ تھا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی سیرت خاتم النبیینؐ میں بقیہ عناوین کے جو نوٹس لکھے ہیں ان میں آپؓ نے اس غزوۂ خیبر کو ماہ محرم اور صفر سات ہجری کا غزوہ قرار دیا ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 837)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے واپس آنے کے قریباً پانچ ماہ بعد یہ فیصلہ کیا کہ یہودی خیبر سے جو مدینہ سے صرف چند منزل کے فاصلہ پر تھا اور جہاں سے مدینہ کے خلاف آسانی سے سازش کی جاسکتی تھی نکال دیے جائیں۔ چنانچہ آپؐ نے سولہ سو صحابہؓ کے ساتھ اگست 628ء میں خیبر کی طرف کوچ فرمایا۔‘‘ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 325)

بعض مؤرخین صلح حدیبیہ سے پانچ ماہ بعد اس کی تاریخ بیان کرتے ہیں اور حضرت مصلح موعودؓ نے بھی دیباچہ تفسیر القرآن میں یہی بیان فرمایا ہے۔ البتہ مؤرخین ومحدثین کی اکثریت صلح حدیبیہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد محرم کے مہینے میں اس کو بیان کرتی ہے اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس کے بارے میں یہی لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔

بنیادی طور پر صلح حدیبیہ ایک بہت بڑی فتح تھی قرآن کریم نے اس کو ایک فتح عظیم سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (الفتح:2) یعنی یقیناً ہم نے تجھے کھلی کھلی فتح عطا کی ہے اور فتح مبین کا یہ وہ دروازہ تھا کہ جس سے گزرتے ہوئے خیبر اور مکہ جیسی عظیم الشان فتوحات نصیب ہوئیں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ہی فتح خیبر کا وعدہ فرما دیا تھا جب صلح حدیبیہ سے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان سورت فتح نازل ہوئی۔ اس سورت میں فتح خیبر کی خوشخبری یوں عطا فرمائی کہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ۔ (الفتح:19-21) اللہ مومنوں سے اس وقت بالکل خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تیری بیعت کر رہے تھے اور اس نے اس ایمان کو جو ان کے دلوں میں تھا خوب جان لیا۔ سو اس کے نتیجہ میں اس نے ان کے دلوں پر سکینت نازل کی اور ان کو ایک قریب میں آنے والی فتح بخشی یعنی فتح خیبر اور بہت سے غنیمت کے مال بھی بخشے۔ خیبر کے اموال بھی ان کو ملے۔ جن کو وہ قبضہ میں لا رہے تھے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اللہ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے جو تم اپنے قبضہ میں لاؤ گے اور یہ موجودہ مالِ غنیمت تم کو ان وعدوں میں سے جلدی عطا کر دیا ہے۔

لشکر کی تیاری اور مدینہ پر نائب مقرر کرنے کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی طرف جانے کے لیے جب منادی کروائی تو یہ اعلان کروایا کہ صرف وہی ساتھ چلیں گے جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مالِ غنیمت کی غرض سے نکل رہے ہیں وہ میرے ساتھ نہ نکلیں۔ صرف وہ لوگ میرے ساتھ روانہ ہوں جو صرف جہاد میں رغبت رکھتے ہیں۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115، دارالکتب العلمیۃ بیروت) (طبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 81، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ابن ہشام کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نُمَیْلَہ بن عبداللہ لَیْثِی کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا جبکہ امام بخاری کے مطابق آپ نے حضرت سِبَاع بِن عُرْفُطَہ کو نائب مقرر فرمایا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115، دارالکتب العلمیۃ بیروت) (التاریخ الصغیر لامام بخاری صفحہ 43 مکتبۃ المعارف 1986ء)

علامہ ابن اسحاق اور ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلی مرتبہ غزوۂ خیبر میں پرچم کا ذکر ملتا ہے اس سے پہلے صرف چھوٹے جھنڈے ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ، حضرت حُبَاب بن مُنْذِرؓ اور حضرت سعد بن عُبَادہؓ کو پرچم عطا فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم سیاہ رنگ کا تھا جو حضرت عائشہؓ کی چادر سے بنایا گیا تھا۔ اس کا نام عُقاب تھا اور یہی پرچم حضرت حُبَاب بن مُنْذِرؓ کے پاس تھا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 52 دارالکتب العلمیۃ بیروت) (شرح زرقانی جلد 3 صفحہ 255 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

روایت میں حضرت علیؓ کو بھی ایک جھنڈا دیے جانے کا ذکر ملتا ہے لیکن وہ جھنڈا خیبر میں دیا گیا تھا کیونکہ حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ نہیں ہو سکے تھے کیونکہ انہیں آشوب چشم کی تکلیف تھی۔ آنکھوں کی بیماری تھی۔ کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا ان کو۔ البتہ بعد میں بے چین ہو کر یہ روانہ ہو گئے اور خیبر پہنچ گئے۔ صبر نہیں ہوا ان سے۔ اس سفر میں ام المومنین حضرت ام سَلَمہؓ آپ کے ہمراہ تھیں۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(دائرہ معارف سیرت النبیؐ جلد 8 صفحہ 391 بزم اقبال لاہور) (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 365 دارالسلام)

ایک روایت کے مطابق چھ سات صحابیاتؓ بھی اس مہم میں ساتھ ہو لیں اور ایک روایت کے مطابق بیس صحابیاتؓ اس غزوہ میں شامل ہوئیں۔

حضرت ام سِنَان اَسْلَمِیَّہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوۂ خیبر کا ارادہ فرمایا تو میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اجازت دیں تو میں بھی ساتھ چلوں۔ میں مشکیزوں کی سلائی کروں گی۔ لشکر کے سامان کی حفاظت کروں گی۔ کوئی بیمار ہوا یا زخمی ہوا تو اس کا علاج کروں گی تو کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی اور اسی طرح بَنُو غِفَار کی کچھ عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم بھی جنگ میں شرکت کرنا چاہتی ہیں۔ ہم زخمیوں کی دیکھ بھال کریں گی اور مجاہدین کی مدد کریں گی جس قدر ہمیں استطاعت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی اجازت دی اور ان کے لیے برکت کی دعا کی۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، جلد 8 صفحہ 371 بزم اقبال لاہور) (سنن ابو داؤد کتاب الجھاد باب فی المرأۃ والعبد یحذیان من الغنیمۃ حدیث 2729) (امتاع الاسماء جلد 1 صفحہ 321 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی تیاری کا علم مدینہ کے یہود کو ہوا تو ان پر یہ امر بہت گراں گزرا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر آپؐ خیبر میں داخل ہو گئے تو خیبر ہلاک ہو جائے گا جیسا کہ بَنُو قَيْنُقَاع اور بنو نضیر اور بنو قُریظہ ہلاک ہوئے تھے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 115، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

مدینہ کے یہود صاحبِ ثروت تھے اور مدینہ کے مسلمان مالی کمزوری کی وجہ سے ان سے قرض لیا کرتے تھے۔ اب اس وقت خیبر کے یہود کے مفاد کی خاطر مدینہ کے یہود نے مسلمانوں کو تنگ کرنے اور جنگ سے روکنے کے لیے فوری طور پر اپنے قرض کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔ (فتح خیبر، از باشمیل صفحہ 67 نفیس اکیڈمی کراچی)

ایک صحابیؓ کا واقعہ ملتا ہے کہ حضرت ابنِ اَبِي حَدْرَدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو شَحْم یہودی کے پانچ درہم اور ایک روایت میں ہے کہ چار درہم دینے تھے۔ یہودی نے ابن ابی حدرد سے مطالبہ کیا ابن ابی حدرد نے اس سے کہا کہ مجھے مہلت دے دو۔ میں خیبر سے واپس آ کر ان شاء اللہ تمہارا حق ادا کر دوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ خیبر انہیں غنیمت میں عطا کرے گا۔ ابو شَحْم یہودی نے بطور حسد وعناد کہا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خیبر والوں سے لڑنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عام بدوؤں سے لڑنا ہے۔ تَوْرَات کی قسم! وہاں دس ہزار جنگجو ہیں۔ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا معاملہ پیش کیا۔ اس وقت جنگی ہنگامی حالات تھے۔ یہ یہودی تعصّب کی حد تک یہود خیبر کی تائید اور ہمدردی کا اظہار کر رہا تھا اور مسلمان فوجی کا مذاق بھی اڑا رہا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ریاست کے سربراہ تھے۔ اس یہودی کو کوئی سزا بھی مل سکتی تھی لیکن کمال ضبط اور حوصلے اور عدل وانصاف اور رواداری کا یہ اسوہ دیکھنے کو ملا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس یہودی کا حق ادا کر دو۔ ابن ابی حَدْرَد نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ میں اس وقت اس کا حق ادا کرنے پر قادر نہیں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا جیسے بھی ہو اس کا حق دے دو۔ ابن ابی حدرد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے سر کا عمامہ اتار کر بطور تہ بند باندھا اور تہ بند کی چادر کو بازار میں فروخت کر کے اس کا حق ادا کر دیا اور میں نے دوسرا کپڑا پہن لیا۔ یہ دوسرا کپڑا ایک چادر تھی جو سَلَمہ بن اسلم یا ایک روایت کے مطابق بوڑھی صحابیہ نے ان کو دیا تھا۔ جب اس کو اس سارے واقعہ کی تفصیل کا علم ہوا تو اس نے تحفہ دے دیا۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیر کہ خیبر میں اس صحابی کو مال غنیمت ملا اور اس میں ایک عورت بھی ملی جو اسی اَبُو شَحْم یہودی کی رشتہ دار تھی اور پھر اس نے وہ عورت اسی یہودی کے پاس فروخت کر دی۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، جلد 8 صفحہ 373-374 بزم اقبال لاہور) (فتح خیبر، از باشمیل صفحہ 68 نفیس اکیڈمی کراچی)

خیبر کی طرف پیش قدمی کی خبروں پر مدینہ کے یہود نے مسلمانوں سے صرف بغض وعناد اور تعصب کا اظہار ہی نہیں کیا بلکہ اشجع قبیلے کا ایک بدو کرائے پر حاصل کر کے فوری طور پر خیبر کی طرف مسلمانوں کی جنگی تیاریوں اور ضروری معلومات دے کر بھیجا اور ساتھ یہ پیغام دیا کہ مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ ویسے بھی مسلمانوں کے مخالفین کو کسی جاسوس کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ مدینہ میں موجود منافقین یہ کام بڑی تیزی سے کرتے تھے۔ چنانچہ

اس موقع پر بھی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول خاموش نہیں رہا بلکہ اپنے ایک مددگار کے ذریعہ ایک خط فوری طور پر خیبر کے یہود کی طرف بھیجا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف آنے والے ہیں۔ اپنے بچاؤ کی تدابیر کرلو اور اپنے اموال کو اپنے قلعوں میں داخل کرلو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لیے میدان میں آجاؤ اور ان سے بالکل خوفزدہ نہ ہو۔ تمہاری تعداد بہت ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوم بہت تھوڑی ہے اور ان کے پاس صرف تھوڑے سے ہتھیار ہیں۔ (سیرت الحلبیہ بحوالہ فتح خیبر از باشمیل صفحہ 72، 69 نفیس اکیڈمی کراچی)

اس بارے میں جب ان یہودیوں کو پتہ لگا تو ان کے راہنماؤں کی میٹنگ ہوئی اور اس میٹنگ میں اختلاف کا ذکر ملتا ہے۔ ذکر یوں ہے کہ خیبر کے یہود کو جب مسلمانوں کے لشکر کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے ایک میٹنگ کی جس میں اسلامی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے مشاورت ہوئی۔ اس بحث میں یہود کے راہنماؤں کی طرف سے مختلف قسم کی تجاویز پیش ہوئیں۔ ایک گروہ کی رائے تھی کہ یہودی قلعہ بند ہو کر فصیلوں کے پیچھے سے جنگ کریں جس کی وجہ سے مسلمان آخر تنگ آ کر محاصرہ چھوڑ دیں گے جبکہ خیبر کے مشہور بہادر مَرْحَب کے بھائی ابوزینب نے تجویز دی کہ قلعہ بند ہو کر مقابلہ کرنے کی بجائے باہر میدان میں نکل کر مقابلہ کیا جائے کیونکہ اس سے پہلے مدینہ کے یہود قلعہ بند ہو کر مقابلوں کا نتیجہ دیکھ چکے ہیں اور اس میں مسلمانوں کو ہی فتح ہوئی ہے لیکن پہلے گروہ نے اس کی اس تجویز کو یہ کہہ کر ردّ کر دیا کہ ہمارے قلعے ان کے قلعوں سے کہیں زیادہ مضبوط ہیں۔ ایک تیسری تجویز اس سے بھی زیادہ متکبرانہ تھی جو یہود کی نسبت سے بہت جرأت مندانہ تھی اور وہ خیبر کی فوجوں کے سپہ سالار سَلَّام بن مِشْکَم کی طرف سے تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ ہم خود مدینہ پر حملہ کر دیں اور اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا خاتمہ کردیں۔ اکثریت نے اس رائے سے اتفاق کیا لیکن خیبر کے رئیس اعظم کِنَانَہ بن اَبِی الْحُقَیْق نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ ہمارے قلعے یثرب کے قلعوں کی طرح نہیں ہیں اور فخر و غرور کا یہ عالم تھا کہ کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کبھی بھی ہماری طرف آنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ البتہ سب راہنماؤں کا اس بات پر اتفاق ہوا کہ ایک وفد تیار کر کے اردگرد کے جنگجو بہادر قبائل کی طرف بھیجا جائے تا کہ ان سے فوجی مدد کی درخواست کی جائے

چنانچہ چودہ افراد پر مشتمل ایک وفد تیار ہوا جس کی قیادت بعض روایات کے مطابق خیبر کا رئیس اعظم کِنانہ خود کر رہا تھا۔ یہ وفد قبیلہ بنو اَسَد، غطفان اور دیگر قبائل کی طرف گیا اور خیبر کی ایک سال کی پیداوار کا نصف دینے کی پیشکش پر فوجی امداد کی درخواست کی۔ قبیلہ بَنُو مُرَّہ نے تو دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے اس طرح کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ البتہ بنو اسد اور بنو غطفان جیسے جنگجو قبائل نے ایک ہزار مسلح فوجیوں پر مشتمل لشکر تو فوری روانہ کر دیا اور چار ہزار کے لشکر کی مزید امداد کا وعدہ کرتے ہوئے اس کی تیاری بھی شروع کر دی۔

(فتح خیبر از باشمیل صفحہ 75-77 نفیس اکیڈمی کراچی)

بہرحال اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ آئندہ بیان کر دوں گا۔ اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ پہلا ذکر مکرم محمد اشرف صاحب ابن مکرم محمد بخش صاحب منڈی بہاؤالدین کا ہے جو گذشتہ دنوں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ ان کے تین بیٹیاں اور چھ بیٹے ہیں۔ ان کے ایک بیٹے کاشف جاوید صاحب آجکل سینیگال میں ہیں اور قائمقام مشنری انچارج ہیں امیر جماعت بھی ہیں اور اس وجہ سے اپنے والد کے جنازے پہ سینیگال سے شامل بھی نہیں ہو سکے۔

ان کے یہی بیٹے جو مربی ہیں لکھتے ہیں کہ خاکسار کے والد انتہائی سادہ لوح، نیک طبع، خداترس وجود تھے۔ احمدیت اور خلافت سے انتہائی محبت کرنے والے تھے۔ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے اور اکثر یہی کہا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا وہ احمدیت کی وجہ سے پایا۔ اپنی اولاد کو بھی یہی نصیحت کرتے تھے کہ ہمیشہ احمدیت اور خلافت سے تعلق جوڑے رکھنا۔ کہتے ہیں کہ ان کے دادا محمد اعظم صاحب نے 1968ء کے قریب سرگودھا میں ایک گاؤں ہے بھابڑا وہاں سے بیعت کی تھی اور اس وقت کہتے ہیں میرے والد بھی احمدی ہو گئے تھے۔ مربی صاحب کہتے ہیں کہ پھر والدہ کی طرف سے اکلوتے بھائی تھے جو احمدی ہوئے۔ میٹرک کے بعد وہاں سے گاؤں چھوڑ کے منڈی بہاؤالدین میں شاہ تاج شوگر مل میں ملازمت اختیار کی اور آخر تک وہیں منڈی بہاؤالدین میں رہے۔ بڑی عمر میں شوق سے قرآن کریم سیکھا۔ پھر اس قدر محنت اور محبت سے پڑھا کہ ہر ماہ ایک دو دور لازم مکمل کر لیتے تھے۔ رمضان میں دو تین دفعہ ختم کرتے تھے۔ غرباء کی خاص طور پر مدد کرتے تھے جو بھی ان کے پاس آتا اس کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتے اور مربی صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بھی کہا کرتے تھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ ہم پر فضل فرما رہا ہے یہ تمہارے وقف کی برکت کی وجہ سے ہے۔

ایک بیٹے مبشر جاوید صاحب کہتے ہیں کہ میں گذشتہ کئی سال سے سیکرٹری مال ہوں اور ہمیشہ والد صاحب چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے اور جب بھی پنشن ملتی تھی کوشش یہ ہوتی تھی کہ سارا سال کا چندہ ادا کر دیں اور وفات کے وقت بھی ان کو یہی فکر تھی کہ میرے چندے ادا ہو گئے ہیں کہ نہیں اور اس پر ان کو وفات کے وقت بڑی شکرگزاری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے تمام چندے ادا کرنے کی مجھے توفیق دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ سب کو صبر و سکون عطا فرمائے۔

دوسرا ذکر ہے حبیب محمد شاتری صاحب نائب امیر دوم کینیا جو محمد حبیب شاتری صاحب کے بیٹے تھے۔ یہ عرب نژاد تھے۔ ان کی گذشتہ دنوں چھپن سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں والدین کے علاوہ اہلیہ اور تین بچے شامل ہیں۔

کینیا کے امیر جماعت ناصر محمود طاہر صاحب کہتے ہیں کہ ان کے آباء و اجداد کا تعلق یمن سے تھا اور ان کے والد حبیب شاتری صاحب نے اگست 1982ء میں بیعت کی اور بڑے مخلص احمدی تھے اور یہ مرحوم ان کے بڑے بیٹے تھے۔ والد کی بیعت کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے بھی بیعت کر لی اور بیعت کا عہد تا وقت وفات خوب نبھایا۔ بنیادی تعلیم ممباسہ سے حاصل کی۔ نہایت قابل اور لائق طالبعلم تھے۔ سکول کی طرف سے کچھ عرصہ کے لیے ان کو فرانس بھی تعلیم کے لیے بھجوایا گیا۔ ہمیشہ خلفاء سے ملاقات کے واقعات کو اپنی زندگی کے بہترین واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ خلیفہ رابعؒ سے بھی ملے تھے، مجھ سے بھی ملے تھے۔ مختلف رنگ میں خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ وفات کے وقت بھی نیشنل سیکرٹری تعلیم اور نائب امیر دوم کینیا کی خدمت بجالا رہے تھے۔

کہتے ہیں کہ میں ان کو بیس سال سے جانتا ہوں۔ واقفین کا بہت احترام کرنے والے اور پھر جو کام بھی ان کے ذمہ لگایا جاتا اس کو نہایت سنجیدگی سے کرتے۔ کبھی یاددہانی کروانے کی ضرورت نہیں پیش آئی۔ نمازوں کے پابند، شعائر اللہ اور حدود اللہ کا باریکی سے خیال رکھنے والے، چندہ جات میں باقاعدہ، عمدہ اخلاق کے مالک، غریبوں کی خبرگیری کرنے والے، والدین کی اطاعت اور حقوق ادا کرنے والے، چھوٹے بہن بھائیوں کا بھی حق ادا کرنے والے، صائب الرائے، نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ بڑی بڑی کمپنیوں میں اعلیٰ عہدوں پر رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مالی کشائش بھی دی ہوئی تھی۔ دنیاوی لحاظ سے اچھے کاروباری سیاسی اور سرکاری اور مذہبی لوگوں سے واسطہ رہتا تھا مگر کبھی اپنی احمدیت کو نہیں چھپایا بلکہ اظہار کر کے تبلیغ بھی کر دیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے جنازے پر کثرت سے ممباسہ کی اعلیٰ سرکاری، کاروباری، سیاسی اور سماجی شخصیات شامل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے سب لواحقین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

تیسرا ذکر ہے مکرم انوبی مدنگو (Anubi Madengu) صاحب یہ زمبابوے کی ایک جماعت کے صدر جماعت تھے۔ ان کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

ان کے بیٹے یوسف انوبی صاحب زمبابوے کے صدر جماعت ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یہ آغاز میں پہلے سنّی مسلمان تھے اور شروع میں جماعت کی مخالفت کیا کرتے تھے لیکن اسلام کی محبت ان کے دل میں تھی۔ پہلے یہ ملاوی میں تھے۔ وہاں جب رہتے تھے تو کافی مخالفت تھی۔ پھر زمبابوے شفٹ ہو گئے تو یہاں آ کے اسلام کی محبت کی وجہ سے انہوں نے اپنے اردگرد کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور جس علاقے میں تھے وہاں باجماعت نماز کا انتظام کیا اور دل میں ان کی ایک تڑپ تھی کہ میں حقیقی مسلمان بنوں۔ بہرحال بعد میں پھر جماعت سے ان کا رابطہ ہوا۔ ہمارے مربی سمیع اللہ صاحب ہیں ان سے تفصیلی بحث و مباحثہ ہوتا رہا اور پھر آخر انہوں نے احمدیت قبول کر لی اور اپنے علاقے میں پہلے احمدی تھے۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد ان کی مخالفت بھی ہوئی اور جن لوگوں کو انہوں نے اکٹھا کیا تھا ان لوگوں نے بھی ان کو چھوڑ دیا۔ انہوں نے ان سے سختیاں بھی کیں تو پھر انہوں نے اپنا وہ سینٹر جو لوگوں کو اکٹھا کرنے کا، نماز باجماعت کا بنایا تھا وہ بھی چھوڑ دیا اور اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنے گھر میں ہی نمازیں اور جمعہ ادا کرنا شروع کر دیا۔ بہرحال انہوں نے ہمت نہیں ہاری۔ تبلیغ کرتے رہے اور بہت سے لوگوں نے ان کا پیغام سنا۔ جماعت کا پیغام سنا اور ان کے ذریعہ سے جماعت میں شمولیت اختیار کی۔ بااثر شخصیت تھے۔ بہت سے لوگ آپ کو دیکھ کر جماعت میں شامل ہوئے۔ خود مالی قربانی کر کے انہوں نے زمین بھی خریدی جس پر آجکل جماعت احمدیہ زمبابوے کی پہلی مسجد تعمیر ہو رہی ہے۔ ان کی خواہش یہی تھی کہ میری زندگی میں بن جائے لیکن بہرحال اس وقت نہیں بن سکی۔ اب تعمیر ہو رہی ہے۔ بہت وفادار، صاف گو، دیانتدار انسان تھے۔ لوگوں کے درمیان مسائل کو بڑی حکمت سے دور کرتے۔ صدر جماعت منتخب ہونے سے قبل بھی اکثر لوگ آپ پر اعتماد اور بھروسہ کرتے تھے۔ یہ بھی ذاتی وسائل سے ضرورتمندوں کی مدد کرتے۔ گھر ہمیشہ مہمانوں سے بھرا رہتا۔ جماعت کے ساتھ گہرا عقیدت کا تعلق تھا۔ ہر کسی کو جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ ان کے پسماندگان میں آٹھ بچے ہیں اور آپ کے بیٹے جیسا کہ میں نے بتایا صدر جماعت زمبابوے ہیں اور ایک ان کا پوتا قاسم انوبی زمبابوے میں پہلے مرکزی مبلغ ہیں۔ جامعہ سے پڑھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی نسلوں میں جماعت کی تعلیم ہمیشہ جاری رہے اور یہ لوگ نیکیاں کرتے رہیں۔ (الفضل انٹرنیشنل ۲۱؍فروری ۲۰۲۵ء، صفحہ ۲ تا ۶)

❁❁❁

ارشاد باری تعالیٰ

خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰہِلِیۡنَ

(الاعراف:200)

عفو اختیار کر اور معروف کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کر

طالب دعا : مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

ارشاد باری تعالیٰ

کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ

(الاعراف:32)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

طالب دعا : محمد منیر احمد ولد مکرم غلام محمد سنوری صاحب مرحوم و افراد خاندان (صدر جماعت احمدیہ کاماریڈی)

خطبہ جمعہ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے بتایا کہ اس شہر (خیبر) کی فتح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مقدر ہے۔
آپؐ نے صبح کے وقت یہ اعلان کیا کہ میں اسلام کا سیاہ جھنڈا آج اس کے ہاتھ میں دوں گا جس کو خدا اور اس کا رسول اور مسلمان پیار کرتے ہیں۔
خدا تعالیٰ نے اِس قلعہ کی فتح اس کے ہاتھ پر مقدر کی ہے۔اس کے بعد دوسری صبح آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور جھنڈا ان کے سپرد کیا......
باوجود اس کے کہ یہودی قلعہ بند تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ کو اس دن ایسی قوت بخشی کہ شام سے پہلے پہلے قلعہ فتح ہو گیا
(حضرت مصلح موعودؓ)

دشمن کے ساتھ سامنا ہونے کی تمنا مت کرو۔اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو۔تم کو معلوم نہیں کہ تم کس ابتلا میں ڈال دیے جاؤ۔جب تم دشمن کے سامنے آؤ تو یہ دعا کرو کہ
اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا وَرَبُّھُمْ وَنَوَاصِیْنَا وَنَوَاصِیْھِمْ بِیَدِكَ وَاِنَّمَا تَقْتُلُھُمْ اَنْتَ۔
اے اللہ! تُو ہمارا ربّ ہے اور ان کا ربّ ہے۔ان کی پیشانیاں اور ہماری پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔تُو ہی ان کو قتل کرے گا
(غزوۂ خیبر سے قبل آنحضور ﷺ کا خطاب)

غزوۂ خیبر کے تناظر میں سیرت نبوی ﷺ کا بیان

فلسطینیوں کے لیے خصوصاً اور مسلمان دنیا کے لیے عموماً نیز پاکستان اور بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لیے دعاؤں کی تحریک

عرب ممالک اب بھی اپنی آنکھیں کھولیں اور اتحاد قائم کرنے کی کوشش کریں۔
اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے ورنہ فلسطین ہی نہیں باقی عرب ممالک بھی سخت مشکلات کا سامنا کریں گے۔

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 07 فروری 2025ء بمطابق 07 تبلیغ 1404 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ○
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○

غزوہ خیبر کا ذکر ہو رہا تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خیبر کی طرف روانہ ہونے کی تفصیل یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں 1600 جاں نثاروں کا لشکر مدینہ سے روانہ ہوا۔اس میں دو سو گھڑ سوار تھے لیکن روانگی سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خبر رساں دستہ آگے روانہ فرمایا جس کا کام تھا کہ لشکر کے آگے آگے راستوں کی دیکھ بھال کرے اور حالات کو بھی معلوم کرتا رہے۔اس دستے کے قائد حضرت عَبَّاد بن بِشْر انصاریؓ تھے۔خیبر کے راستوں سے آگاہی کے لیے دو رہبر یعنی گائیڈ بیس صاع کھجور کی اجرت پر لیے گئے۔بیس صاع کا مطلب پچاس کلو۔ان کے نام حَسِیل بن خَارِجَہ اشجعی اور عبداللہ بن نُعَیم بیان کیے جاتے ہیں اور یہ دونوں اشجع قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

مدینہ سے خیبر کی طرف جاتے ہوئے مختلف مقامات پر پڑاؤ کرتے ہوئے صَھْبَاء مقام پر قیام کیا۔یہاں نماز کا وقت ہوا تو نماز یہاں ادا کی گئی۔چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے کہ صَھْبَاء میں آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی۔پھر اس کے بعد آپؐ نے کھانے کے لیے کچھ منگوایا۔لشکر والوں کے پاس صرف ستّو ہی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ نے وہی تناول فرمائے۔راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر آپؐ مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور آپؐ نے کلّی کی اور ہم نے بھی کلّی کی۔پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو تازہ نہیں کیا۔صَھْبَاء اور خیبر کے درمیان بارہ میل کا فاصلہ تھا۔

دورانِ سفر بعض ایسے واقعات بھی پیش آئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ہنگامی حالات میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی تربیت کا کتنا خیال فرماتے تھے اور نظم و ضبط اور اطاعت و فرمانبرداری جیسی صفات پیدا کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک رات لشکر کے آگے آگے کوئی چمکتی ہوئی چیز چلتی ہوئی دکھائی دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر ہوا اور پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر کا ایک سپاہی تھا جو لشکر چھوڑ کر سب سے آگے آگے چلا جا رہا تھا اور اس کے سر کا خود چاندی کی وجہ سے چمک رہا تھا اور اس کا نام ابوعَبْسؓ تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لاؤ۔حضرت ابوعُبسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اس پر خوفزدہ ہوا کہ کہیں میرے بارے میں کچھ نازل نہ ہو گیا ہو میں نے غلطی کی ہے۔وہ ڈرتے ڈرتے خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیوں لشکر کو چھوڑ کر آگے آگے جا رہے تھے؟ بہرحال اس نے عذر پیش کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ لشکر کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیے۔اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے باتیں کرنے لگے۔یہ ان نادار صحابہؓ میں سے ایک تھے جن کے پاس اس جنگ میں آنے کے لیے کوئی زادِ راہ نہ تھا اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے کہ یا رسول اللہؐ! میرے پاس کوئی زادِ راہ نہیں ہے اور نہ ہی نان و نفقہ گھر میں موجود ہے۔اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک چادر انہیں عطا فرمائی۔یہ دانا صحابی اس چادر کو لے کر بازار گئے۔بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور آٹھ درہم میں اس کو بیچ دیا۔دو درہم سے گھر کا نان و نفقہ لیا۔خرچہ وغیرہ لیا۔دو درہم سے زادِ راہ لیا اور چار درہم کی اپنے لیے چادر خرید لی اور لشکر میں شامل ہو گیا۔دورانِ گفتگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ وہ جو میں نے چادر دی تھی وہ کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو میں نے فروخت کر دی تھی اور پھر وہ ساری تفصیل بیان کی جو ابھی بیان ہوئی ہے۔ابوعُبسؓ کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا:

اے ابوعَبْس! تم لوگ اب بہت تنگ دست ہو۔مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم زندہ رہے اور لمبی عمر پائی تو تھوڑے ہی عرصہ بعد تم دیکھو گے کہ تمہارے زادِ راہ میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔تمہارے اہلِ خانہ کے لیے نان و نفقہ بھی بہت زیادہ ہو جائے گا۔تمہارے ہاں درہم و دینار کی بہت کثرت ہو جائے گی اور غلاموں کی بھی فراوانی ہو جائے گی لیکن یہ سب کچھ تمہارے لیے زیادہ اچھا نہیں ہو گا۔

حضرت ابوعَبْسؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی اپنی آنکھوں سے پوری ہوتی ہوئی دیکھی اور وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! سب کچھ بالکل اسی طرح ہوا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

ابوعُبسؓ کا تعارف یہ ہے کہ ان کا اصل نام عَبْدُ الْعُزّٰی تھا جسے بدل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن رکھ دیا تھا۔انہوں نے ستّر برس عمر پائی اور حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔حضرت عثمانؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوغَطَفَان کی طرف صلح کا پیغام بھی بھیجا۔

جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے کہ خیبر کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے صَھْبَاء مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ فرمایا اور نماز عصر اور مغرب اور عشاء وہیں ادا فرمائیں۔یہ جگہ خیبر سے بارہ میل کے فاصلے پر تھی۔نمازوں سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں رہبروں کو بلایا اور اپنا جنگی منصوبہ ان کو بتاتے ہوئے فرمایا کہ میں خیبر پر اس طرح حملہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک طرف تو اہلِ خیبر اور ملک شام کے درمیان حائل ہو جاؤں تا کہ وہ وہاں سے بھاگ کر شام کی طرف نہ نکل جائیں اور ساتھ ہی قبیلہ بنوغَطَفَان کے درمیان بھی حائل ہو جاؤں کہ وہ ان یہود کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔حَسِیل نامی رہبر لشکر کو لے کر چلنے لگا اور ایسی جگہ پہنچ کر رک گیا جہاں سے مختلف راستے خیبر کی

اس وادی تک جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ان سب راستوں کے نام پوچھے تو اس نے حَزَن، شَاش، حَاطِب وغیرہ نام بتائے جو اپنے معنوں کے اعتبار سے تنگی، سختی اور غم واندوہ پر دلالت کرتے تھے۔

ایک نام مَرْحَبْ بتایا جو کشادگی اور فراخی کے معنی رکھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی راہنمائی کے مطابق نیک فال لیتے ہوئے اسی مَرْحَبْ نامی راستے کا انتخاب فرمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ہو چکی تھی کہ بنوغَطَفَان نے اہل خیبر کی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے اور اب وہ مزید چار ہزار کا لشکر لے کر اس ارادے سے چل پڑے ہیں کہ وہ اسلامی لشکر کے خیبر تک پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں اسلامی لشکر پر حملہ کر دیں۔ بنوغَطَفَان نے اپنے نامور جنگجو سرداروں طُلَیْحَہ بن خُوَیْلَد اور عُیَیْنَہ بن حِصْن کی قیادت میں کم و بیش ایک ہزار کا لشکر پہلے ہی خیبر کی طرف بھیج دیا تھا اور وہ خیبر کے قلعوں تک پہنچ چکا تھا اور اب چار ہزار کا یہ لشکر اسلامی لشکر کو روکنے اور اپنی دانست میں اس کا خاتمہ کرنے کے لیے راستے میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوغَطَفَان سے رابطہ فرمایا اور انہیں ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ وہ یعنی بنوغَطَفَان خیبر کے ساتھ ہونے والی جنگ سے غیر جانبدار رہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے۔ ان کو واضح فرمایا کہ وہ مجھے خیبر پر فتح دے گا۔

بعض مؤرخین کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پیغام دیا کہ وہ یہود کا ساتھ دینے سے ہٹ جائیں اور اسلام قبول کر لیں تو خیبر فتح کرنے کے بعد ان قبائل کو دے دیا جائے گا۔ بعض کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کی شرط نہیں رکھی تھی بلکہ یہ فرمایا تھا کہ وہ خیبر والوں کی مدد نہ کریں صرف غیر جانبدار ہوتے ہوئے ہٹ جائیں تو خیبر کی سالانہ پیداوار کا نصف انہیں دیا جائے گا لیکن سولہ سو مسلمانوں کے مقابل پر پندرہ ہزار جنگجو سپاہیوں کی فوج اور مضبوط قلعوں کا غرور ان کے سروں میں سمایا ہوا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خزرج قبیلے کے سردار اور مخلص صحابی حضرت سعد بن عُبَادہؓ کو غَطَفَان کے سپہ سالار عُیَیْنَہ بن حِصْن کی طرف بھیجا۔ یہ بنوغَطَفَان کے اس ایک ہزار فوج کی قیادت کرتا ہوا اس وقت خیبر میں یہودی سردار مَرْحَبْ کے قلعہ میں تھا۔ عُیَیْنَہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت سعدؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کی حیثیت سے آئے ہیں تو وہ انہیں قلعے کے اندر لانے کے ارادے سے جانے لگا تو مَرْحَبْ نے اعتراض کیا کہ مسلمانوں کے اس نمائندے کو قلعہ کے اندر نہیں لانا چاہیے۔ کہیں وہ قلعے کے اندر آنے کے راستوں وغیرہ کو نہ دیکھ لیں جبکہ عُیَیْنَہ کا یہ کہنا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے نمائندے کو اندر لاؤں تا کہ وہ ہماری طاقت اور تیاریوں کے بہترین فوجی ساز و سامان دیکھ لیں لیکن مَرْحَبْ نہ مانا جس پر عُیَیْنَہ حضرت سعدؓ کو قلعہ سے باہر ملا۔ حضرت سعدؓ نے عُیَیْنَہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا کہ اللہ نے ہمیں خیبر کے فتح کرنے کا وعدہ دیا ہے۔ لہٰذا تم یہاں سے واپس چلے جاؤ اور جنگ سے باز آ جاؤ۔ خیبر فتح کرنے کے بعد اس کی سال بھر کی کھجوریں بھی تم لوگوں کو دے دی جائیں گی۔ اس پر عُیَیْنَہ نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ ہم اپنے حلیف کو کسی صورت نہیں چھوڑیں گے اور ہم جانتے ہیں کہ تم لوگوں کی طاقت ہی کتنی ہے۔ یہ یہودی مضبوط قلعوں والے ہیں اور ان کے فوجی جوان بھی زیادہ ہیں اور اسلحہ بھی کہیں زیادہ ہے۔ اگر تم نے مقابلہ کیا تو تم سب لوگ ہلاک ہو جاؤ گے اور یہ قریش وغیرہ کی طرح کے لوگ نہیں ہیں کہ جن پر تم نے فتح پالی تھی اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میرا یہ پیغام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دے دینا۔ حضرت سعدؓ نے اس کے اس متکبرانہ جواب پر عُیَیْنَہ کو کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور تیرے پاس اس قلعہ میں آئیں گے اور اب اس وقت جو پیشکش ہم نے تجھے کی ہے اس وقت تم ہم سے اس کا مطالبہ کرو گے لیکن تب تجھے تلوار کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔ یعنی پھر جنگ ہی ہوگی۔

اور اے عُیَیْنَہ! میں دیکھ چکا ہوں کہ ہم مدینہ کے یہودیوں کے صحن میں بھی اترے تھے اور وہ بری طرح تباہ ہو گئے تھے۔

یہ کہہ کر حضرت سعدؓ واپس چلے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ساری بات بتائی اور ساتھ ہی بڑے اخلاص سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ نے جو وعدہ آپ سے کیا ہے وہ اسے ضرور پورا کرے گا اور اپنے دین کو غالب کرے گا۔ اس بدو یعنی عُیَیْنَہ کو اس وقت ایک کھجور بھی نہ دیجئے۔ یا رسول اللہ! اگر تلواروں نے اسے آن لیا تو وہ ان یہود کو چھوڑ کر اپنے علاقے کی طرف اس طرح بھاگ جائیں گے جیسے اس سے قبل خندق کے روز وہ بھاگے تھے۔ جنگ خندق کے موقع پر بھی یہ قبیلہ چھ ہزار کا لشکر لے کر قریش کی مدد کے لیے آیا تھا اور پھر وہاں سے واپس بھاگ گیا تھا۔ خدائی رعب اور غَطَفَانیوں کے فرار کا ذکر بھی ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ۔ مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے۔ یہ واقعہ عملاً یہاں ایک مرتبہ پھر غَطَفَانی فوجوں کے لیے رونما ہوا۔

جیسا کہ ذکر ہوا ہے کہ بنوغَطَفَان کا چار ہزار کا لشکر اسلامی فوج پر حملہ کرنے کے لیے تعاقب کر رہا تھا تا کہ یہ مسلمانوں کو خیبر پہنچنے سے روک دے لیکن کوئی ایسی خدائی تقدیر ظاہر ہوئی کہ غَطَفَانیوں کا یہ لشکر اچانک واپس پلٹا اور اپنے گھروں کی جانب لوٹ گیا۔ تاریخ و سیرت کی کتب میں لکھا ہے کہ غَطَفَانیوں کے سپہ سالار نے اپنے پیچھے سے ایک زوردار آواز سنی۔ ایک انتباہ کرنے والا انہیں آواز دے کر کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں کے فوجی دستوں نے ان کے پیچھے سے ان کے گھروں اور مال مویشی پر غارت گری کر دی ہے اور وہ ان کے اموال اور عورتوں اور بچوں کو قید کرنے والے ہیں۔ اس پر وہ فوراً واپس لوٹ گئے اور یہود کی مدد نہ کر سکے۔ یہ ایک غیبی مدد تھی۔ اللہ تعالیٰ کی آواز تھی۔

(سیرت انسائیکلو پیڈیا جلد 8 صفحہ 346، 348 دار السلام) (شرح زرقانی جلد 3 صفحہ 245 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (فتح خیبر از باشمیل صفحہ 76، 90-91 نفیس اکیڈمی کراچی) (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد 8 صفحہ 376، 378 تا 379 بزم اقبال لاہور) (صحیح البخاری کتاب الوضوء باب من مضمض من السویق ولم یتوضا حدیث 209) (امتاع الاسماع جلد 10 صفحہ 56 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (اسد الغابہ جلد 3 صفحہ 428 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (کتاب المغازی واقدی، جلد 2 صفحہ 135 مترجم)

تاریخ کی کتب میں غَطَفَان کے لشکر کی تعداد میں اختلاف بھی ہے۔ جیسا کہ پہلے ایک کتاب کے حوالے سے بیان ہوا ہے کہ بنوغَطَفَان میں سے ایک ہزار جنگجو اپنے سردار عُیَیْنَہ بن حصن کی سرکردگی میں یہود خیبر کی مدد کے لیے ان کے قلعوں میں آ گئے تھے جبکہ دیگر کتب سیرت میں ان کی تعداد ایک ہزار کی بجائے چار ہزار بیان کی گئی ہے۔

(کتاب المغازی واقدی، جلد 2 صفحہ 135 مترجم) (سیرت انسائیکلو پیڈیا جلد 8 صفحہ 357 دار السلام)

اسی طرح بعض کتب سیرت میں لکھا ہے کہ عُیَیْنَہ کی سرکردگی میں بنوغَطَفَان کے چار ہزار افراد پر مشتمل لشکر جب خیبر کی طرف آ رہا تھا تو راستے میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وفد کے ساتھ عُیَیْنَہ کی بات چیت ہوئی اور راستے سے ہی خدائی رعب کی وجہ سے یہ چار ہزار افراد پر مشتمل دستہ واپس اپنے علاقے کی طرف چلا گیا۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 694 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (شرح زرقانی جلد 3 صفحہ 252، دار الکتب العلمیہ بیروت)

سیرت ابن ہشام میں یہ اس طرح لکھا ہے۔

بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی طرف اپنا سفر جاری رکھا اور شام کے اندھیروں میں جب خیبر کے قلعے دکھائی دیے تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ پس وہ سب ٹھہر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَ مَا اَقْلَلْنَ وَ رَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَ رَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا اَذْرَيْنَ فَاِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَ خَيْرِ اَهْلِهَا وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَافِيْهَا اَقْدِمُوْا بِسْمِ اللهِ۔

اے ساتوں آسمان کے ربّ اور ہر اس چیز کے جس پر ان کا سایہ ہے! اور ساتوں زمینوں کے ربّ اور جو کچھ انہوں نے اٹھایا ہے! اور شیاطین کے ربّ اور جن کو انہوں نے گمراہ کیا ہے! اور ہواؤں کے ربّ اور جو کچھ وہ اڑاتی ہیں! اے اللہ! ہم اس بستی کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں اور اس کے اہل کی اور اس بستی اور اس کے اہل کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آگے بڑھو۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 118، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے یہاں تک کہ مَنْزِلَہ پہنچے۔ یہ خیبر کا بازار تھا۔ یہ بازار جنگ کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ کے حصہ میں آیا تھا۔ آپؐ نے رات کا کچھ حصہ مَنْزِلَہ یعنی خیبر کے بازار میں گزارا۔ یہود کو یہ گمان نہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حملہ کریں گے کیونکہ یہود کو اپنے قلعوں اور اسلحہ اور کثرت افراد پر گھمنڈ تھا۔ جب یہود کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف آ رہے ہیں تو ہر دن دس ہزار جنگجو آدمی صفیں باندھ کر باہر نکلتے اور کہتے کہ ذرا دیکھو کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم پر لشکر کشی کریں گے؟ یہ ناممکن ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے تو ان کو خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ رات کو پہنچے تھے۔ پس جب صبح یہود اپنے قلعوں سے باہر نکلے تو ان کے ہاتھوں میں کدال اور ٹوکریاں تھیں۔ اپنے کام کرنے کے لیے نکلے تھے۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بھاگ کر اپنے قلعوں میں چھپ گئے۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 118، 119، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں رات کے وقت پہنچے۔ جب بھی آپؐ کسی قوم کے پاس رات کو تشریف لاتے تو جب تک صبح نہ ہو لیتی ان پر حملہ نہ کرتے۔ اور جب صبح ہوئی تو یہود اپنی کدالیں اور ٹوکرے لے کر نکلے۔ اس وقت پہنچے تھے بہر حال رات کو تو آپؐ نے حملہ نہیں کرنا تھا حملہ اسی وقت کرنا تھا جب صبح ہوتی۔ جب صبح ہوئی تو یہود اپنی کدالیں اور ٹوکرے لے کر نکلے۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی قسم! محمد اور لشکر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَرِبَتْ خَيْبَرُ، إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ۔

خیبر برباد ہو گیا۔ جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ڈرائے جانے والوں کی صبح بری ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ خیبر حدیث 4197)

مَنْزِلَہ میں مستقل پڑاؤ نہیں رکھا گیا۔ اسلامی لشکر کے پڑاؤ میں تبدیلی ہو گئی تھی۔ اس کے بارے میں یوں ذکر ملتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر پہنچے تو آپ نے مَنْزِلَہ مقام پر رات گزاری اور وہیں صبح کی۔

حضرت حُبَاب بن مُنْذِرؓ آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کا اس جگہ یعنی مَنْزِلَہ میں ٹھکانہ بنانا اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے تو ہم کچھ نہیں کہتے اور اگر آپؐ کی رائے ہے تو ہم مشورہ دینا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رائے تو میری ہے۔ حضرت حُبَابؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپؐ ان کے قلعوں کے قریب ہو گئے ہیں اور ان کے باغوں کے سامنے ہیں اور زمین شور والی ہے اور میں اہلِ نَطَاۃ کو جانتا ہوں۔ ان کے تیر بہت دور پہنچتے ہیں اور تیر اندازی میں ان کے برابر کوئی نہیں ہے اور وہ ہم سے اونچی جگہ پر بھی ہیں۔ ان کے تیر ہماری طرف بہت آسانی سے پہنچ سکتے ہیں اور ان کے رات کے حملے سے بھی ہم محفوظ نہیں ہیں۔ وہ کھجوروں کے جھنڈ میں چھپ سکتے ہیں۔ لہٰذا میری درخواست ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے دوسری جگہ منتقل ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اچھی رائے دی ہے لیکن ہم ان سے بہر حال آج جنگ کریں گے۔ لیکن ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مَسْلَمَہؓ کو بلایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حفاظتی دستے کے انچارج تھے اور فرمایا: ان کے قلعوں سے کچھ دور ہمارے لیے جگہ تلاش کرو۔ محمد بن مَسْلَمَہؓ چلتے چلتے رجیع کے مقام پر پہنچے جو خیبر اور غَطَفَانی قبائل کے درمیان واقع تھا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس لَوٹ کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کے لیے ایک جگہ دیکھ لی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو۔ لیکن اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے تھے کہ آج

تو جنگ اسی جگہ سے ہوگی۔ چنانچہ شام کو جنگ ختم ہونے کے بعد اس نئی جگہ پر سارا اسلامی لشکر منتقل ہو گیا۔

(امتاع الاسماع جلد 9 صفحہ 231، دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 119 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سبل الھدیٰ والرشاد (مترجم) جلد 5 صفحہ 130 مطبوعہ زاویہ پبلشرز لاہور) (ماخوذ از السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 694، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

خیبر کے مختلف قلعوں کی تقسیم کے بارے میں بھی بیان ضروری ہے کیونکہ یہ جنگ قلعوں سے ہی متعلق رہی جو یکے بعد دیگر فتح ہوئے۔ نہ صرف ان قلعوں کی تعداد میں اختلاف ہے بلکہ ان کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔ نیز اس جنگ کے واقعات بھی کچھ کتب میں بعض قلعوں کی طرف منسوب ہیں جبکہ دیگر کتب میں دیگر قلعوں کی طرف ان واقعات کو منسوب کیا گیا ہے۔ خیبر کی جغرافیائی تقسیم کے حوالے سے اس کے قلعوں کا تذکرہ یوں ہے۔

تاریخ یعقوبی میں خیبر کے قلعوں کی تعداد چھ بیان کی گئی ہے اور ان میں قلعہ ناعم کا ذکر ہی نہیں جبکہ اکثر کتب سیرت میں جنگ خیبر کا آغاز ہی اس قلعہ یعنی ناعم سے بتایا جاتا ہے۔ زرقانی میں قلعوں کی تعداد دس بیان ہوئی ہے۔ ان تمام کتب کو دیکھا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ خیبر کا علاقہ تین حصوں نَطَاۃ، شَقّ اور کَتِیْبَہ میں منقسم تھا اور ان تینوں حصوں میں آٹھ قلعے درج ذیل تقسیم کے مطابق تھے۔ نَطَاۃ میں تین قلعے تھے یعنی نَاعِم، صَعْب اور قلعہ زُبَیر۔ اس قلعہ کا نام قُلَّہ تھا۔ یہ بعد میں حضرت زبیر بن عوامؓ کے حصے میں آیا تھا۔ اس لیے اس کا نام قلعہ زبیر مشہور ہو گیا۔ شَقّ میں دو قلعے تھے یعنی اُبَیّ اور بَرِیْ یا بعض نے نَزَار بیان کیا ہے اور کَتِیْبَہ میں تین قلعے تھے یعنی قَمُوْص، وَطِیْح اور سُلَالِم۔

(شرح العلامۃ الزرقانی جلد 3 صفحہ 264 تا 266 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (غزوات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از ابو الکلام آزاد صفحہ 162-163) (طبقات ابن سعد جلد 2 صفحہ 81، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جنگ کی تفصیل یوں ہے۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ایک مختصر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

دشمن کے ساتھ سامنا ہونے کی تمنا مت کرو۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرو۔ تم کو معلوم نہیں کہ تم کس ابتلا میں ڈال دیے جاؤ۔ جب تم دشمن کے سامنے آؤ تو یہ دعا کرو کہ

اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّنَا وَرَبُّهُمْ وَنَوَاصِيْنَا وَنَوَاصِيْهِمْ بِيَدِكَ وَإِنَّمَا تَقْتُلُهُمْ أَنْتَ۔

اے اللہ! تُو ہمارا ربّ ہے اور ان کا ربّ ہے۔ ان کی پیشانیاں اور ہماری پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ تُو ہی ان کو قتل کرے گا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 119-120 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا حکم دیا اور صحابہ کرامؓ کو صبر کی ترغیب دی۔ سب سے پہلے نَاعِم قلعہ کا محاصرہ کیا۔ یہ ان کا بہت مضبوط قلعہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن سخت جنگ کی اور اہلِ نَطَاۃ نے آپؐ کا سخت ترین مقابلہ کیا اور اس دن صحابہ کرامؓ نے دفاع کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو زرہیں اور خود پہن رکھا تھا اور ظَرِب گھوڑے پر سوار تھے۔ ظَرِب آپؐ کے گھوڑے کا نام تھا اور آپؐ کے ہاتھ میں نیزہ اور ڈھال تھی۔ دشمن مسلسل تیر برساتا رہا لیکن مسلمان احتیاط سے تیر برسا رہے تھے کیونکہ تیر کم تھے بلکہ یہود کے گرے ہوئے تیر بھی اٹھا کر انہی پر برسا دیے جاتے تھے۔

اس جنگ میں حضرت محمود بن مَسْلَمَہؓ کی شہادت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ حضرت محمود بن مَسْلَمَہؓ کچھ تھک گئے اور اسلحہ بوجھل لگنے لگا اور گرمی نے خوب ستایا تو وہ ناعم کے قلعہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہودی سردار مَرْحَب نے ان کو دیکھ لیا اور ان پر چکّی لڑھکا دی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کِنَانَہ بن رَبِیع نے لڑھکائی تھی، اوپر سے پھینک دی۔ وہ چکّی ان کے سر میں لگی اور ان کے سر کو اس طرح پھاڑ دیا کہ ان کے سر کی کھال کٹ کر چہرے پر آ پڑی۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپ نے کھال کو واپس اس جگہ رکھا اور کپڑے سے اس پر پٹی باندھ دی مگر زخم اس قدر شدید تھا کہ حضرت محمود بن مَسْلَمَہؓ جانبر نہ ہو سکے اور چند دن کے بعد وفات پا گئے۔ حضرت محمودؓ کے زخمی ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھائی حضرت محمد بن مَسْلَمَہؓ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے بھائی کا قاتل جلد اپنے انجام کو پہنچ جائے گا۔

اس پہلے دن مسلمانوں کو بہت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ قلعوں سے تیر اندازی سے پچاس مسلمان زخمی ہوئے۔ جب شام ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رَجِیع کی طرف تشریف لے گئے اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بھی آ جائیں۔ یہ وہی جگہ تھی جو حضرت حُبَابؓ کے مشورے سے مقرر ہوئی تھی اور اب یہی مقام مسلمانوں کا گویا مرکزی مقام تھا۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ قلعہ یہود کا سب سے مضبوط قلعہ تھا اور خیبر کا بہادر ترین اور مشہور جنگجو مَرْحَب اس قلعہ کے دفاع کی قیادت کر رہا تھا اور اس کی مدد ایسے شہسوار کر رہے تھے جو جرأت اور شجاعت میں اس سے کم نہ تھے اور وہ اس کے دونوں بھائی یاسر اور حارث تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس دن تک مسلسل جنگ کرتے رہے۔ آپ حضرت محمد بن مَسْلَمَہؓ کو ساتھ لے کر نکلتے اور پڑاؤ میں حضرت عثمانؓ کو نگران بنا جاتے۔ شام ہو جاتی تو آپ اسی جگہ واپس آ جاتے اور زخمی مسلمانوں کو بھی وہیں لایا جاتا۔ وہاں ان کے زخموں کی مرہم پٹی کی جاتی۔

(سیرت الحلبیہ جلد 3 صفحہ 50-51 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (کتاب المغازی جلد 2 صفحہ 121 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سیرت انسائیکلوپیڈیا جلد 8 صفحہ 361 دار السلام) (دائرہ معارف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد 8 صفحہ 388، 390 بزم اقبال لاہور) (فرہنگ سیرت صفحہ 183 زوار اکیڈمی کراچی)

اس جنگ کے واقعات میں ایک مَرْحَب کی مبارزت اور عامر بن اَکْوَعؓ کی شہادت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ انہی دنوں میں ایک دن مَرْحَب اس قلعہ کا یہودی سپہ سالار جو بہادری اور جرأت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا قلعہ سے باہر آ کر مسلمانوں کو للکارنے لگا اور غرور اور تکبر سے اپنی تلوار لہراتے ہوئے یہ شعر پڑھنے لگا کہ

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي مَرْحَبُ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
إِذَا الْحُرُوبُ أَقْبَلَتْ تُلَهَّبُ

خیبر جانتا ہے کہ میں مَرْحَب ہوں۔ ہتھیار بند، بہادر، تجربہ کار جبکہ جنگیں شعلہ بھڑکاتی ہوئی آئیں۔

مَرْحَب کا یہ چیلنج سن کر حضرت عامر بن اکوعؓ لشکر سے نکل کر سامنے آئے اور یہ رجزیہ شعر پڑھا کہ

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي عَامِرُ   شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرُ

کہ خیبر کا چپہ چپہ آگاہ ہے کہ میں عامر ہوں ہتھیار بند، بہادر اور جنگی خطرات کے ریلے میں بے خوف و خطر کود پڑنے والا۔

اس کے بعد دونوں ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے اور ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ مَرْحَب نے تلوار کا وار کیا جسے حضرت عامرؓ نے اپنی ڈھال پر روکا اور فوراً جھک کر نیچے سے اس پر وار کیا لیکن ان کی تلوار چھوٹی تھی اس لیے ان کو لگنے کی بجائے حضرت عامرؓ کو اپنی تلوار ہی لگ گئی جس سے انہیں گہرا زخم لگا اور ان کی شہادت ہو گئی۔ یہ اس جنگ کے دوسرے شہید تھے۔ دونوں کو ایک ہی قبر میں یعنی رجیع کے مقام پر دفن کیا گیا۔

(دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد 8 صفحہ 388-389 بزم اقبال لاہور)

حضرت سَلَمہ بن اکوعؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے چچا حضرت عامر بن اکوعؓ جب اپنے ہی ہاتھوں شہید ہو گئے تو بعض صحابہؓ کہنے لگے کہ عامر کے اعمال تو ضائع ہو گئے۔ چنانچہ حضرت سلمہؓ کہتے ہیں کہ اس پر میں روتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ! عامر کے عمل ضائع ہو گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کس نے کہا ہے؟ کہتے ہیں میں نے کہا آپؐ کے بعض صحابہؓ نے۔ آپؐ نے فرمایا: كَذَبَ مَنْ قَالَهُ، إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ - وَجَمَعَ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ - إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ، قَلَّ عَرَبِيٌّ مَشَى بِهَا مِثْلَهُ۔ یعنی جس نے یہ کہا غلط کہا ہے۔ اس کے لیے دو اجر ہیں اور آپؐ نے دو انگلیوں کو اکٹھا کیا یعنی دو گنتی کا شمار کرنے کے لیے اور فرمایا وہ تو بڑا ہی جہاد کرنے والا ہے۔ اس جیسا کم ہی کوئی ایسا عرب ہے جو اس سرزمین پر چلا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ 'چلا ہو' کی جگہ یہ ہے کہ 'پیدا ہوا ہو' یعنی عامر جیسا کوئی عرب پیدا نہیں ہوا۔ آپؐ نے فرمایا اس نے تو دو اجر لیے۔ یہ غلط کہتے ہیں جو کہتے ہیں کہ اس کو اجر نہیں ملا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، 4196)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام رجیع میں ہی قیام فرما رہے اور وہیں سے قلعہ ناعم کو فتح کرنے کے لیے مسلسل دس دن تک صحابہ کرامؓ کو بھیجا جاتا رہا۔ اس بار بار کی ناکامی اور صحابہؓ کے زخمی ہونے اور دو صحابہؓ کی شہادت سے یہود کے حوصلے اَور بڑھ رہے تھے۔ آخر ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل میں اس شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

بخاری کی روایت ہے یہ۔ حضرت بُرَیْدَہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے وہ رات بڑی خوشی میں گزاری کہ کل فتح ہو جائے گی اور لوگوں نے یہ سوچتے سوچتے رات گزاری کہ کل کس کو جھنڈا دیا جائے گا۔ پھر جب صبح ہوئی تو سارے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ ہر شخص یہ امید اور تمنا کر رہا تھا کہ جھنڈا اس کو دیا جائے۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس روز سے پہلے کبھی بھی امارت کو پسند نہیں کیا۔ حضرت بُرَیْدَہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مرتبے کے حصول کی تمنا نہیں ہوئی مگر آج ہر شخص یہ تمنا کر رہا تھا کہ اس کو یہ جھنڈا ملے۔ حتی کہ کہتے ہیں میں نے ایڑھیوں کو اونچا کیا اور سر کو بلند کیا کہ شاید مجھے جھنڈا دے دیا جائے۔ حضرت سلمہؓ اور حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے۔ سفر خیبر کے دوران بیماری کی وجہ سے ساتھ نہیں آئے تھے لیکن بعد میں بے چین ہو کے چلے آئے کیونکہ ان کی آنکھوں میں شدید درد تھا اور اس سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت علیؓ نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ جاؤں یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ پیچھے چل پڑے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملے۔ حضرت بُرَیْدَہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تو آپ نے صبح کی نماز پڑھی۔ پھر جھنڈا منگوایا اور کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو وعظ کیا۔ پھر فرمایا علی کہاں ہے؟ صحابہؓ نے کہا کہ علی کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپؐ نے فرمایا: علی کو بلاؤ۔ حضرت سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کو لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا: انہیں کیا ہو گیا ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ میری آنکھوں میں درد ہے حتی کہ میں سامنے والی چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں میرا سر آپؐ نے اپنی گود میں رکھا۔ پھر اپنے ہاتھوں میں لعاب دہن لیا اور میری آنکھوں پر لگایا۔ حضرت علیؓ ایسے ٹھیک ہو گئے کہ گویا آپ کی آنکھوں میں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں ہے۔ پھر وفات تک آپ کی آنکھوں میں کبھی تکلیف نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لیے دعا کی اور انہیں جھنڈا دیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 124، 125 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (دائرہ معارف سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد 8 صفحہ 390 بزم اقبال لاہور) (بخاری کتاب المغازی حدیث 4209)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ

''خیبر کے دن حضرت علیؓ کو موقع ملا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج میں اسے موقع دوں گا جو خدا سے محبت کرتا ہے اور جس سے خدا تعالیٰ محبت کرتا ہے اور تلوار اس کے سپرد کروں گا جسے خدا تعالیٰ نے فضیلت دی ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں اس مجلس میں موجود تھا اور اپنا سر اونچا کرتا تھا کہ شاید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ لیں اور مجھے دے دیں۔ مگر آپؐ دیکھتے اور چپ رہتے۔ میں پھر سر اونچا کرتا اور آپؐ پھر دیکھتے اور چپ

رہتے۔ حتّٰی کہ علیؓ آئے ان کی آنکھیں سخت دکھتی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی! آگے آؤ۔ وہ آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کو شفا دے۔ یہ تلوار لو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سپرد کی ہے۔'' (خطبات محمود جلد 19 صفحہ 614)

ایک اَور مقام پر حضرت مصلح موعودؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ

''ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے بتایا کہ اس شہر کی فتح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مقدر ہے۔ آپؐ نے صبح کے وقت یہ اعلان کیا کہ میں اسلام کا سیاہ جھنڈا آج اس کے ہاتھ میں دوں گا جس کو خدا اور اس کا رسول اور مسلمان پیار کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اِس قلعہ کی فتح اس کے ہاتھ پر مقدر کی ہے۔ اس کے بعد دوسری صبح آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور جھنڈا ان کے سپرد کیا۔

جنہوں نے صحابہؓ کی فوج کو ساتھ لے کر قلعہ پر حملہ کیا۔ باوجود اس کے کہ یہودی قلعہ بند تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ کو اس دن ایسی قوت بخشی کہ شام سے پہلے پہلے قلعہ فتح ہو گیا۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 325-326)

حضرت علیؓ دوڑتے ہوئے جھنڈا لے کر اس قلعہ کے نیچے پہنچے اور جھنڈے کو پتھروں کے بیچ میں کھڑا کر دیا۔

(سیرت ابن ہشام صفحہ 697 دار الکتب العلمیة بیروت)

دشمنوں کے قتل کے بارے میں بھی ذکر ملتا ہے کہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے قلعوں میں سے سب سے پہلے مَرْحَبْ کا بھائی حارث مبارزت کے لیے نکلا۔ حضرت علیؓ نے اس کو قتل کر دیا تو حارث کے ساتھی قلعہ میں لوٹ گئے۔

پھر یہودی جرنیل عامر کا قتل ہے۔ عامر مبارزت کے لیے نکلا اور وہ بہت جسامت والا آدمی تھا۔ حضرت علیؓ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور اس کو کئی ضربیں لگائیں لیکن کوئی ضرب کارگر نہ ہوئی۔ پھر حضرت علیؓ نے اس کی پنڈلی پر وار کیا تو وہ بیٹھ گیا۔ آپؓ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے ہتھیار لے لیے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 125 دار الکتب العلمیة بیروت)

یہودی جرنیل اُسَیر کے قتل کا واقعہ ہے۔

ایک اَور یہودی جرنیل اُسَیر مبارزت طلب کرتے ہوئے نکلا تو محمد بن مَسْلَمَہؓ اس کے مقابلے کے لیے نکلے اور اس کو قتل کر دیا۔ (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 311، دار الکتب العلمیة بیروت)

مَرْحَبْ کے بھائی یاسر کا قتل ہوا۔

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ پھر یاسر ظاہر ہوا جو مَرْحَبْ کا بھائی تھا اور وہ رجز پڑھ رہا تھا۔ محمد بن عمر نے لکھا ہے کہ یہ ان میں سے سب سے زیادہ مضبوط تھا اور اس کے پاس جنگی ہتھیار تھے جن کے ذریعہ لوگوں کو وہ روندتا تھا۔ اس کے مقابلے میں حضرت علیؓ نکلے۔ حضرت زبیر بن عوامؓ نے ان کو کہا کہ میں قسم دیتا ہوں کہ آپ میرے اور اس کے درمیان حائل نہ ہوں۔ انہوں نے کہا میں اس سے لڑوں گا۔ حضرت علیؓ پیچھے ہٹ گئے۔ جب حضرت زبیرؓ اس کافر کی طرف نکلے تو ان کی والدہ حضرت صفیہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ میرے بیٹے کو قتل کر دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ آپ کا بیٹا ان شاء اللہ اس کو قتل کر دے گا۔ حضرت زبیرؓ اس کی طرف گئے اور کچھ اشعار کہے۔ پھر ان دونوں کی لڑائی ہوئی اور حضرت زبیرؓ نے اس کو قتل کر دیا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 125، 126 دار الکتب العلمیة بیروت) (السیرة النبویہ لابن ہشام صفحہ 696، دار الکتب العلمیة بیروت)

پھر قلعہ سے خیبر والوں کا سب سے نمایاں بہادر جنگجو مَرْحَبْ اپنے ہتھیاروں سے مسلح باہر نکلا اور یہ شعر پڑھنے لگا جو پہلے بھی اس نے پڑھا تھا کہ

قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبُ
شَاکِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبُ
اِذَا الْحُرُوْبُ اَقْبَلَتْ تَلَھَّبُ

خیبر جانتا ہے کہ میں مَرْحَبْ ہوں۔ ہتھیار بند، بہادر، تجربہ کار جبکہ جنگیں شعلے بھڑکاتی ہوئی آئیں۔ اس کے مقابل پر حضرت علی بن ابی طالبؓ نکلے اور انہوں نے سرخ رنگ کا ایک جبہ پہن رکھا تھا۔ آپؓ نے تلوار نکالی اور یہ اشعار کہے۔

أَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ أُمِّیْ حَیْدَرَہْ
کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ الْمَنْظَرَہْ
اُوْفِیْھِمُ بِالصَّاعِ کَیْلَ السَّنْدَرَہْ

یعنی مَیں وہ ہوں کہ میرا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے ہیبت ناک شکل والے شیر کی مانند جو جنگلوں میں ہوتا ہے۔ میں ایک صاع کے بدلے سَنْدَرَہ دیتا ہوں۔

یہ ایک محاورہ ہے جس کا مفہوم ہے کہ سیر کے مقابلے میں سوا سیر یا اینٹ کا جواب پتھر سے۔ سَنْدَرَہ کے لفظی معنی مِکْیَال وَاسِع یعنی بہت بڑا پیمانہ ہے جو کہ صاع سے کچھ کم ہوتا ہے۔ اڑھائی سیر کے برابر۔ وہ کہتے ہیں حضرت علیؓ نے مَرْحَبْ کے سر پر ضرب لگائی اور اسے قتل کر دیا۔ پھر ان کے ہاتھوں فتح ہوئی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 126-127، دار الکتب العلمیة بیروت) (صحیح مسلم (مترجم) کتاب الجہاد والسیر باب غزوہ ذی قرد وغیرھا جلد 9 صفحہ 240 مع حاشیہ، نور فاؤنڈیشن) (لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 487 ''وسق''۔ جلد 2 صفحہ 648 ''صاع'' ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ اور مَرْحَبْ کے درمیان لڑائی ہوئی۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر مَرْحَبْ کو ایک ضرب لگائی جو اس کے خَود اور سر کو چیرتے ہوئے اس کے دانتوں تک پہنچ گئی۔ پھر لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ قلعہ کو فتح کر لیا۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 126-127، دار الکتب العلمیة بیروت)

بعض سیرت نگاروں کا بیان ہے کہ محمد بن مَسْلَمَہؓ نے مَرْحَبْ کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جب مَرْحَبْ اپنے ہتھیار پہنے ہوئے مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے قلعہ سے نکلا اور رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون اس کا مقابلہ کرے گا؟ حضرت محمد بن مَسْلَمَہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ اللہ کی قسم! کل اس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس کے مقابلے کے لیے اٹھو! اور فرمایا: اے اللہ! اس کی مدد کر۔ روایت ہے کہ جب دونوں مقابلے کے لیے ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو ان دونوں کے درمیان ایک پرانا درخت حائل ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے سے درخت کی آڑ میں بچنے لگے۔ جب بھی کوئی ایک درخت کی اوٹ میں پناہ لیتا دوسرا اس طرف سے اس درخت کو کچھ نہ کچھ کاٹ دیتا حتی کہ وہ دونوں آمنے سامنے ہو گئے۔ پھر مَرْحَبْ نے حضرت محمد بن مَسْلَمَہؓ پر تلوار سے وار کیا تو انہوں نے خود کو ڈھال سے بچایا۔ مَرْحَبْ کی تلوار ڈھال میں پھنس گئی اور ڈھال کو کاٹ دیا۔ حضرت محمد بن مَسْلَمَہؓ نے اس کو تلوار ماری اور اس کو قتل کر دیا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ محمد بن مَسْلَمَہؓ نے مَرْحَبْ کو ضرب لگائی اور اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو وہ گر گیا۔ پھر حضرت علیؓ اس کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔

شارح بخاری حافظ ابن حَجَر نے لکھا ہے کہ ابنِ اسحاق، موسیٰ بن عُقْبہ، واقِدی اور کئی دیگر اہل سِیَر نے لکھا ہے کہ مَرْحَبْ کو محمد بن مَسْلَمَہؓ نے قتل کیا تھا۔ محمد بن مَسْلَمَہؓ نے مَرْحَبْ کے بھائی حارث کو قتل کیا تھا لیکن بعض راویوں کو اشتباہ ہو گیا اور انہوں نے حارث کے بجائے مَرْحَبْ کا نام لکھ دیا۔ اور اگر معاملہ اس طرح نہیں ہے تو پھر جو صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت علیؓ نے مَرْحَبْ کو قتل کیا وہ دیگر کی نسبت بہرحال مقدم ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے یہ روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ہی مَرْحَبْ کو قتل کیا تھا۔ صحیح مسلم کی روایت دو وجہوں سے مقدم ہے۔ پہلی یہ کہ وہ سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔ دوسری یہ کہ حضرت جابرؓ جنہوں نے محمد بن مَسْلَمَہؓ والی روایت بیان کی ہے غزوہ خیبر میں موجود نہیں تھے۔

اس بارے میں یہ بھی واضح ہو کہ مَرْحَبْ اور اس کے ساتھ ان دیگر یہودیوں کی مبارزت اور قتل کے واقعات کی بابت تاریخ وسیرت کی کتب میں یہ اختلاف ہے کہ یہ کس قلعہ میں ہوا تھا۔ بخاری، مسلم، صحاح ستہ وغیرہ میں تو کسی بھی قلعہ کا نام مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح بعض کتب سیرت نے یہ واقعات بیان کیے ہیں لیکن کسی قلعہ کی تخصیص نہیں کی جیسے سیرت ابنِ ہشام، طبقات ابنِ سعد، شرح زرقانی وغیرہ البتہ بعض کتب میں قلعہ قموص کی نسبت ان واقعات کا ذکر ہے اور بعض میں قلعہ ناعم کی نسبت ذکر کیا گیا ہے۔ بہرحال نو دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ساتھ اس قلعہ پر حملہ کرتے رہے یہاں تک کہ دسویں دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس قلعہ پر فتح دی۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 120، دار الکتب العلمیة بیروت) (غزوہ خیبر از باشمیل صفحہ 115-116 نفیس اکیڈمی کراچی) (امتاع الاسماع جلد 1 صفحہ 311 دار الکتب العلمیة بیروت) (فتح الباری جلد 7 صفحہ 608 قدیمی کتب خانہ آرام باغ)

مسلمانوں کے قلعہ ناعم پر قبضہ کرنے کے بیان میں کسی مؤرخ نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اس قلعہ کی فتح کے وقت جو خیبر کا مضبوط ترین قلعہ تھا مسلمانوں نے کتنی غنائم اور کس قدر ہتھیاروں پر قبضہ کیا۔ ممکن ہے کہ مسلمانوں کو کوئی قابل ذکر چیز نہ ملی ہو کیونکہ یہود نے ہنگامی حالات کے پیش نظر عورتوں اور بچوں کو پہلے ہی دوسرے قلعوں میں منتقل کر دیا تھا اور جب یہود شکست کھا گئے اور قلعہ ناعم پر مسلمانوں کا حملہ روکنے سے عاجز آ گئے تو وہ خود بھی سہولت کے ساتھ قلعہ صعب بن معاذ میں منتقل ہو گئے اور قلعہ ناعم کے معرکوں میں کوئی ایک یہودی بھی مسلمانوں کے ہاتھ قید نہیں ہوا۔

(ماخوذ از فتح خیبر از باشمیل صفحہ 129 تا 131 مطبوعہ نفیس اکیڈمی)

اس کی اور مزید تفصیل بھی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ باقی قلعوں کے واقعات۔

جیسا کہ میں دنیا کے حالات کے بارے میں مسلمانوں کے حالات کے بارے میں دعا کے لیے کہتا رہتا ہوں۔ فلسطینیوں کے لیے خصوصاً اور مسلمان دنیا کے لیے عموماً بہت دعا کریں۔ ان کے حالات بظاہر تو یہ لگتا ہے اور لوگ خوش ہیں کہ شاید سیز فائر (ceasefire) ہو گئی تو بہتر ہو جائیں گے لیکن بد سے بدتر ہو رہے ہیں۔ نئے امریکن صدر کی پالیسی اور سکیم ظلم کی ایک اَور انتہا پہ پہنچی ہوئی ہے۔ پہلے تو امریکن کہتے تھے ناں کہ ہمارے ملک کے لیے خطرناک تھا اور باہر دنیا میں دخل اندازی نہیں کرتا تھا لیکن اب تو یہ ساری دنیا کے لیے خطرناک بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فلسطینیوں پر رحم فرمائے اور دنیا پر رحم فرمائے اور اس سے یہ لوگ بچے رہیں۔

عرب ممالک اب بھی اپنی آنکھیں کھولیں اور اتحاد قائم کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے ورنہ فلسطین ہی نہیں باقی عرب ممالک بھی سخت مشکلات کا سامنا کریں گے۔ گو اب بعض غیر مسلموں کی طرف سے بھی ان کے حق میں، فلسطینیوں کے حق میں ظلم کے خلاف آوازیں اٹھنے لگی ہیں لیکن جو طاقتور ہے وہ تو اس وقت مکمل طور پر اپنی طاقت کے نشے میں چُور ہے وہ کسی کی سننا نہیں چاہتا۔ پس بہت زیادہ مسلمانوں کو توجہ کی ضرورت ہے اور ہمیں ان کے لیے دعائیں کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے پاس تو اور کوئی طاقت نہیں ہے۔

اسی طرح پاکستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں ان کے بھی حالات بعض دفعہ بعض دنوں میں مخالفت میں بہت زیادہ شدت اختیار کر جاتے ہیں۔

بنگلہ دیش کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں وہاں بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہر قسم کی مخالفتوں سے اور حملوں سے بچائے۔ باقی جگہوں پر بھی مظلوم لوگوں کے لیے دعا کریں، مظلوم احمدیوں کے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ دنیا کو عقل دے۔ امن قائم کرنے کی ان سب کی توجہ پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دعاؤں کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل ۲۸ فروری ۲۰۲۵ء، صفحہ ۲ تا ۷)

سیرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ)

اسلام میں دولت کی تقسیم کا نظریہ

اس کے بعد دولت کی تقسیم کا سوال آتا ہے جو آج کل کی اشتراکیت اور سرمایہ داری کی باہمی کشمکش جولانگاہ بنا ہوا ہے۔ سو گو اس بحث کا اصل موقع تو انشاء اللہ دوسری جگہ آئے گا مگر اس جگہ مختصر طور پر اس قدر بیان کردینا ضروری ہے کہ اس اہم سوال کے متعلق بھی اسلام نے ایک ایسی اعلیٰ اور وسطی تعلیم دی ہے جس کی نظیر کسی دوسری جگہ نہیں ملتی۔ کیونکہ جہاں اسلام نے عام حالات میں دولت پیدا کرنے کے انفرادی حق کو تسلیم کیا ہے وہاں اس نے ملکی دولت کو سمونے کے لئے ایک ایسی مشینری بھی قائم کردی ہے کہ اگر اسے اختیار کیا جائے تو کسی ملک یا کسی قوم کی دولت کبھی بھی عامۃ الناس کے ہاتھوں سے نکل کر چند افراد کے ہاتھوں میں جمع نہیں ہوسکتی۔ میں اس جگہ اختصار کے خیال سے اس مشین کے صرف چار پرزوں کے بیان پر اکتفا کروں گا۔

(1) سب سے اول نمبر پر اسلامی قانون ورثہ ہے جس کی رو سے ہر مرنے والے کا ترکہ صرف ایک بچے یا صرف نرینہ اولاد یا صرف اولاد کے ہاتھ میں ہی نہیں جاتا بلکہ سارے لڑکوں اور ساری لڑکیوں اور بیوی اور خاوند اور ماں اور باپ اور بعض صورتوں میں بھائیوں اور بہنوں اور دوسرے رشتہ داروں میں ایک نہایت مناسب شرح کے ساتھ تقسیم ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان زمیندار مرتا ہے تو اس کی زمین اس کے سب وارثوں میں تقسیم ہوگی۔ اگر کوئی دوکاندار مرتا ہے تو اس کی دوکان کا مال سب وارثوں کو پہنچے گا۔ اگر کوئی کارخانہ دار فوت ہوتا ہے تو اس کے کارخانے کا حصہ بھی سارے وارثوں میں بٹے گا وعلیٰ ہذا القیاس۔ اس طرح گویا اسلام نے دولت کی دوڑ میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بعض قدرتی روکیں یعنی ہرڈلیں (HURDLES) قائم کردی ہیں اور ہر نسل کے خاتمہ پر ایک روک (یعنی ہرڈل) سامنے آکر اس فرق کو کم کردیتی ہے جو گذشتہ نسل کے دوران میں پیدا ہوچکا ہوتا ہے۔ تقسیم ورثہ کا یہ قانون جس کامل اور مکمل صورت میں اسلام نے قائم کیا ہے وہ کسی اور جگہ نظر نہیں آتا اور اس قانون کی تفصیلات پر نظر ڈالنے سے جس کے بیان کرنے کی اس جگہ گنجائش نہیں، صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس نظام ورثہ میں صرف ورثاء کو ورثہ پہنچانا ہی مدنظر نہیں ہے بلکہ ملکی دولت کو سمونا بھی اس کا ایک بڑا مقصد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ہر مرنے والے کو اپنے مال کے ایک ثلث یعنی ایک تہائی کی وصیت کی اجازت بھی دی ہے اور یہ وصیت ورثاء کے حق میں جائز نہیں رکھی گئی گویا اس ذریعہ سے اسلام نے ورثہ کی جبری تقسیم کے علاوہ اس بات کا دروازہ بھی کھولا ہے کہ نیک دل لوگ اپنے اموال کو مزید مستحقین میں تقسیم کرنے کا موقع پاسکیں۔ مگر افسوس ہے کہ وصیت کے نظام سے فائدہ اٹھانا تو درکنار آجکل کے مسلمانوں نے ورثہ کی جبری تقسیم والے حصہ کو بھی پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اور سرمایہ داری کے خمار نے لڑکیوں اور بیویوں اور ماں باپ تک کو ان کے جائز حق سے محروم کردیا ہوا ہے۔ بہرحال اسلام کا قانون ورثہ ایک ایسا بابرکت نظام ہے کہ جس کے ذریعہ تھوڑے تھوڑے وقفہ پر ملک کی دولت کے سمونے کا عمل جاری رہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ قومی نسل کو بڑھانے کے ذرائع اختیار کرتے رہو۔ پس جب ایک طرف نسل ترقی کرے گی اور دوسری طرف ورثہ وسیع ترین صورت میں تقسیم ہوگا تو ظاہر ہے کہ ملکی دولت خود بخود دبٹتی چلی جائے گی۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اس مبارک تعلیم پر عمل کریں۔

(2) دوسرے نمبر پر اسلام کا قانون امداد باہمی ہے جسے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک جبری اور دوسرے طوعی۔ جبری قانون نظام زکوۃ سے تعلق رکھتا ہے جس کے ذریعہ امیر لوگوں کی دولت پر حالات کے اختلاف کے ساتھ اڑھائی فی صد شرح سے لے کر بیس فی صد شرح تک خاص ٹیکس عائد کیا گیا ہے اور اس ٹیکس کے ذریعہ جو روپیہ حاصل ہوتا ہے وہ حکومت وقت یا نظام قومی کی نگرانی کے ماتحت غریبوں اور مسکینوں وغیرہ میں تقسیم کردیا جاتا ہے اور ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس ٹیکس کی غرض وغایت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَاۤئِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَاۤئِهِمْ

یعنی ”زکوٰۃ کے نظام کا مقصد یہ ہے کہ امیروں کے اموال کا ایک حصہ کاٹ کر غریبوں کی طرف لوٹایا جائے۔“

اس حدیث میں ”لوٹایا جائے“ کے پُر حکمت الفاظ کے استعمال کرنے میں یہ لطیف اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کہ زکوۃ کا ٹیکس کوئی صدقہ وخیرات نہیں ہے جو غریبوں کو بطور احسان دیا جاتا ہے بلکہ وہ امیروں کی دولت میں غریبوں کا ابدی حق ہے جو انہیں طبعی طریق پر حاصل ہے کیونکہ جیسا کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے، ہر مال کے پیدا کرنے میں غریبوں اور مزدوروں کا بھی کافی دخل ہوتا ہے۔

زکوۃ کے نظام کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ خدائے حکیم نے ایسے اموال پر زکوٰۃ کی شرح زیادہ مقرر فرمائی ہے جو تجارت کے چکر میں نہیں آتے۔ چنانچہ بند ذخائر پر زکوۃ کی شرح بیس فی صد رکھی گئی ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ جہاں تجارت یا صنعت میں لگے ہوئے روپے میں سے غریب اور مزدور پیشہ لوگ دوسرے طریق پر بھی کچھ نہ کچھ حصہ لے لیتے ہیں وہاں جمع شدہ ذخائر میں انہیں کوئی حصہ نہیں ملتا۔ اس لیے ذخائر میں زکوٰۃ کی شرح بہت بڑھا کر رکھی گئی ہے۔

امداد باہمی کے نظام کا دوسرا حصہ طوعی نظام کی صورت میں قائم کیا گیا ہے اس نظام کے ماتحت اسلام نے غریبوں اور بے کس لوگوں کی امداد پر اتنا زور دیا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایک نیک اور خدا ترس انسان کے لیے یہ صورت بھی قریباً جبری نظام کا رنگ اختیار کرلیتی ہے۔ گو ذاتی نیکی کے معیار کو بلند کرنے اور اُخوّت کے جذبات کو ترقی دینے کے لیے اسے قانون کی صورت نہیں دی گئی۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا، ننگوں کو کپڑا پہنانا، مقروضوں کو قرض کی مصیبت سے نجات دلانا، بیماروں کے لیے علاج کا انتظام کرانا، غریب مسافروں کو ان کی منزل مقصود تک پہنچانا، یتیموں اور بیواؤں کو خاک آلود ہونے سے بچانا وغیرہ وغیرہ ایسی نیکیاں ہیں جن کی تحریک وتحریص میں قرآن وحدیث بھرے پڑے ہیں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذاتی اسوہ اس معاملہ میں یہ تھا کہ رمضان کے مہینہ میں جو غریبوں کی ضروریات کا خاص زمانہ ہوتا ہے اور اس کے بعد عید بھی آنے والی ہوتی ہے آپؐ کا ہاتھ غریبوں اور محتاجوں کی امداد میں اس طرح چلتا تھا جس طرح ایک تیز آندھی چلتی ہے جو کسی روک کو خیال میں نہیں لاتی۔ الغرض زکوٰۃ کے جبری نظام اور دوسرے صدقات کے طوعی نظام کے ذریعہ اسلام نے امیروں کی دولت کو کاٹ کر غریبوں کو دینے اور اس طرح ملکی دولت کو سمونے کی ایک عظیم الشان مشینری قائم کررکھی ہے۔

(3) تیسرے نمبر پر اسلام کا قانون تجارت ہے جس کی رو سے اسلام میں سودی لین دین ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ آج دنیا کا سمجھدار طبقہ اس بات کو محسوس کرچکا ہے کہ سود ہی وہ چیز ہے جو ملکی دولت کے توازن کو برباد کرنے کی سب سے زیادہ ذمہ وار ہے کیونکہ اس کے ذریعہ غریبوں کا روپیہ سمٹ سمٹ کر آہستہ آہستہ امیروں کے خزانوں میں جمع ہوجاتا ہے۔ اور غور کیا جائے تو دراصل سود کی لعنت ہی سرمایہ داری کے پیدا کرنے کی بڑی موجب ہے۔ اگر آج سود بند ہوجائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اول تو آہستہ آہستہ ملک کی بڑی بڑی تجارتیں یا تو حکومت کے ہاتھ میں چلی جائیں گی اور یا چھوٹی چھوٹی مناسب تجارتوں میں تقسیم ہوکر ملک کی دولت کو خود بخود سمو دیں گی اور دوسرے امیروں کے لیے غریبوں کے پسینہ کی کمائی پر ڈاکہ ڈالنے کا موقع نہیں رہے گا۔ یہ خیال کہ سودی نظام کے بند ہونے سے تجارت ناممکن ہوجائے گی بالکل غلط اور باطل ہے۔ ایسا خیال صرف موجودہ ماحول کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جب کہ یورپ و امریکہ کے سرمایہ داروں کی نقالی کے نتیجہ میں سود کا جال وسیع ہوچکا ہے۔ ورنہ جب سود نہیں تھا اس وقت بھی دنیا کی تجارت چلتی تھی اور انشاء اللہ آئندہ بھی چلے گی اور یہ خیال کہ اسلام میں صرف وہ سود حرام کیا گیا ہے جو بڑی شرح کے مطابق چارج کیا جائے یا جس میں سود در سود کا طریق اختیار کیا جائے محض نفس کا ایک دھوکہ ہے جو اس دلدل میں پھنس جانے کی وجہ سے کمزور لوگوں کے دل میں پیدا ہوتا ہے ورنہ اسلام نے ہر قسم کا سود منع کیا ہے اور حق بھی یہی ہے کہ جو چیز ضرر رساں ہے وہ بہرحال ضرر رساں ہے خواہ وہ تھوڑی مقدار میں ہو یا بڑی مقدار میں۔

(4) چوتھے نمبر پر اسلام نے جوئے کی قسم کی تمام آمدنیوں کو جن کی بنیاد محض اتفاق پر ہوتی ہے منع قرار دیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے بھی قوم اور ملک کی دولت میں ناواجب تقسیم کا رستہ کھلتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○

یعنی ”اے مسلمانو! شراب اور جوا اور بتوں کے تھان اور تقسیم کے تیر یقیناً ایک شیطانی عمل ہیں پس تم ان سے بالکل دور رہو تا کہ تم کامیاب وبامراد ہوسکو“

اس آیت میں یہ اصول بتایا گیا ہے کہ جُوا ان شیطانی اعمال میں سے ہے جو قوموں کی کامیاب زندگی کو تباہ کرنے والے ہیں اور اس کی یہی وجہ ہے کہ جوئے میں دولت کے حصول کو محنت اور ہنرمندی پر مبنی قرار دینے کی بجائے محض اتفاق پر مبنی قرار دیا جاتا ہے جو نہ صرف قومی اخلاق کے لیے مہلک ہے بلکہ ملک میں دولت کی ناواجب تقسیم کا ذریعہ بھی بن جاتا ہے۔ بظاہر یہ ایک معمولی سا حکم نظر آتا ہے مگر اس سے اس لطیف نظریہ پر بھاری روشنی پڑتی ہے جو اسلام اپنے اقتصادی اور اخلاقی نظام کے متعلق قائم کرنا چاہتا ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کی آمدنی محنت اور ہنرمندی پر مبنی ہونی چاہئے نہ کہ اتفاقی حادثات پر۔ مَیْسِرٌ کا لفظ بھی جو یُسْرٌ (یعنی سہولت اور آسانی) سے نکلا ہے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے کہ جوئے کی آمدنی محنت اور ہنرمندی پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ یونہی بیٹھے بٹھائے آسانی سے مل جاتی ہے جو اسلام کے اقتصادی نظریہ کے سراسر خلاف ہے۔

اوپر کی چار اصولی باتیں صرف اختصار کے خیال سے بیان کی گئی ہیں ورنہ اسلام نے اپنے اقتصادی نظام میں دولت کے سمونے کے بہت سے ذریعے تجویز کئے ہیں اور اسلام کا منشاء یہ ہے کہ ایک طرف تو ذاتی جدوجہد کا سلسلہ جاری رہے اور ہر شخص کے لیے اپنی ذاتی محنت کے پھل کھانے کا رستہ کھلا ہو کیونکہ دنیا میں محنت اور ترقی کا یہی سب سے بڑا محرک ہے۔ اور دوسری طرف ملکی دولت بھی ناواجب طور پر چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے محفوظ رہے۔ اور یہی وہ وسطی طریق ہے جس پر گامزن ہوکر مسلمان افراط وتفریط کے رستوں سے بچ سکتے ہیں۔

(سیرت خاتم النّبیین، صفحہ 697 تا 701، مطبوعہ قادیان 2006)

❁❁❁

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جب تمہاری طرف کوئی ایسا شخص رشتہ بھیجے جس کے دین اور اخلاق تم کو پسند ہوں تو اس رشتہ کو قبول کرلیا کرو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوجائے گا

(ترمذی، کتاب النکاح، باب اذا جاءکم من ترضون دینہ)

طالب دُعا: مجلس انصاراللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

سیرت المہدی

(از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم. اے. رضی اللہ عنہ)

(قسط-9)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سفر لاہور اور حضور پُرنور کا وصال

اَلرَّحِیْلُ ثُمَّ الرَّحِیْلُ وَالْمَوْتُ قَرِیْبٌ کی وحی حضور پر نازل ہوئی تو سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے متاثر ہو کر گھبرا کر حضرت کے حضور عرض کی کہ چلو واپس قادیان چلیں۔

مگر حضور نے یہی جواب دیا کہ اب تو جب خدا لے جائے گا چلیں گے ہمارا اپنا اختیار کچھ نہیں ہے ورنہ اگر صرف حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مرضی وخواہش ہی اس سفر کا موجب ہوتی تو یہ ایسا موقعہ تھا کہ حضور فوراً واپسی کا حکم دے دیتے مگر حضور پرنور کا یہ جواب بڑی صفائی سے میرے خیال کی تصدیق کرتا ہے۔ اس امر کی مزید ایک دلیل کہ حضور کو آنے والے واقعہ کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا، کئی رنگ میں ملتی ہے۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ حضور کو مہمان نوازی کا کمال اشتیاق تھا اور مہمانوں کو حضور حتی الوسع جلدی سے رخصت واجازت نہ دینا چاہتے تھے بلکہ حضور کی دلی خواہش ہوا کرتی تھی کہ مہمان زیادہ سے زیادہ حضور کی صحبت میں رہیں تا ان کے ایمان تازہ ومضبوط ہوں اور زندہ خدا کے تازہ نشان ان کے عرفان میں زیادتی کریں مگر اس سفر میں حضور کی یہ خواہش خصوصیت سے اپنے کمال پر تھی اور مہمانوں سے بڑھ کر اپنے خدام اور غلاموں تک کو جدا ہی نہ کرنا چاہتے تھے بلکہ ضرورت کو بھی کسی دوسرے رنگ میں پورا کر لینے کی ہدایت فرماتے تا خدام حضور سے تھوڑے وقت کے لئے بھی جدا نہ ہوں۔ چنانچہ مکرمی مفتی فضل الرحمن صاحب کو ان کے گھر والوں کی تکلیف وغیرہ کی اطلاع پر فرمایا کہ:

’’میاں فضل الرحمن کیا اچھا ہو کہ آپ کو جانا بھی نہ پڑے اور آپ کے گھر والے آ بھی جائیں۔‘‘

اور خدا کی شان کہ حضور کی یہ خواہش اسی رنگ میں پوری ہوگئی اور مکرمی مفتی صاحب کے گھر والے ان کی شدید بیماری کی غلط خبر پا کر از خود ہی لاہور سٹیشن پر پہنچ گئے۔ جن کی آمد کی اطلاع حضور تک کسی خادم کے ذریعہ پہنچی اور حضور نے اپنی سواری بھیج کر ان کو سٹیشن سے مکان پر منگا لیا۔ اسی طرح خود مَیں نے ایک عریضہ ضرورتاً حضرت کے حضور لکھ کر خواہش کی تھی کہ مجھے قادیان آ کر گھر والوں کو کسی محفوظ جگہ رکھنے کی اجازت دی جاوے۔ جس پر زیادہ سے زیادہ ایک دن خرچ ہوتا مگر حضور نے اتنا بھی گوارا نہ فرمایا۔ میرا عریضہ اور حضور کا جواب اصحاب بصیرت کے لئے موجب تسکین وعرفان ہوگا، جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آقائی ومولائی فداک روحی ایدکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضور قادیان سے حضور کی خادمہ کا آج ہی خط آیا ہے کہ رات کے وقت ہمیں تنہائی کی وجہ سے خوف آتا ہے۔ کیونکہ جس مکان میں میں رہتا ہوں وہ بالکل باہر ہے۔ لہٰذا اگر حکم ہو اور حضور اجازت دیں تو میں جا کر ان کو کسی دوسرے مکان میں تبدیل کر آؤں یا اگر حضور کے دولت سرائے میں کوئی کوٹھڑی خالی ہو تو وہاں چھوڑ آؤں۔ جیسا حکم ہو تعمیل کی جاوے۔ حضور کی دعاؤں کا محتاج۔ خادم در

عبدالرحمن قادیانی احمدی

۱۴/۵/۸

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ابھی جانا مناسب نہیں ہے۔ لکھ دیں کہ کسی شخص کو یعنی کسی عورت کو رات کو سلا لیا کریں یا مولوی شیر علی صاحب بندوبست کر دیں کہ کوئی لڑکا ان کے پاس سویا کرے۔ مرزا غلام احمد

ان سب سے بڑھ کر وہ واقعہ اس بات پر شاہد ہے جو ۲۵/مئی ۱۹۰۸ء کی رات کو گیارہ اور دو بجے کے درمیان مرض الموت کی ابتداء میں حضور نے خود سیدۃ النساء حضرت اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک استفسار پر فرمایا جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور کی بیماری کی تکلیف اور کمزوری بڑھتے دیکھ کر سیدۃ النساء حضرت اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور سے عرض کی۔

یا اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے؟

اس پر حضور نے فرمایا:

’’وہی جو میں آپ سے کہا کرتا تھا‘‘

اور اس کا اشارہ صاف ظاہر ہے کہ واقعۂ وصال ہی کی طرف تھا۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضور نے سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک جائز خواہش کا احترام کرتے ہوئے ان کے اصرار کو بھی آخر کار شرف قبولیت بخش کر یہ سفر اختیار کیا تھا کیونکہ حضور کے اخلاق حمیدہ میں اپنے اہل بیت کی مرضی وخواہش کو پورا کرنے اور ان کی بات مان لینے کا پہلو اتنا نمایاں وواضح اور زبان زد خاص وعام تھا کہ جاہل واکھڑ خادمات کے دل ودماغ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے اور وہ بے ساختہ پکار اٹھتیں کہ ’’مِرجا بیوی دی بڑی مَن دا اے‘‘

یہ امر ثبوت ہے اس بات کا کہ حضور کو اخلاق فاضلہ میں انتہائی کمال اور بالکل امتیازی شرف حاصل تھا۔ اور اس میں بھی دنیا کے لئے عورتوں سے حسن سلوک، حسن معاشرت، ان کی عزت واحترام اور محبت واکرام کے عملی سبق کے علاوہ ان کے جائز حقوق اور آزادیٔ مناسب کا عملی سبق دے کر ایک اسوہ حسنہ قائم کرنا مقصود تھا کیونکہ حضور پرنور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کمال اخلاق کا اس لحاظ سے بھی کامل اور اکمل واتم نمونہ واُسوہ تھے۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ حضور نے رضاء بالقضاء اور

مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ کا بھی اعلیٰ ترین اُسوہ ونمونہ پیش کر کے دنیا جہاں پر اپنے آخری عمل سے بھی ثابت کر دیا کہ واقعی حضور اپنے خدا میں فنا اور اسی کی رضاء کے طالب تھے۔ خدا کے برگزیدہ نبی ورسول سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی زندگی کے آخری دو تین روز ایک ایسی اہم اور مہتم بالشان تصنیف میں مصروف رہے جس میں نسل انسانی کے لئے بے نظیر اور فقید المثال خدمت کا مواد اور امن عالم کے قیام کی تجاویز درج ہیں۔ جس کا نام اس شہزادہ صلح وآشتی اور امن وسلامتی نے مضمون کی مناسبت اور وقت کی ضرورت کے لحاظ سے **’’پیغام صلح‘‘** تجویز فرمایا۔ کتابت وطباعت کی خدمات کا اعزاز ہمارے محترم بزرگ میر مہدی حسین صاحب کے حصہ آیا اور حضور نے بھری مجلس میں میر صاحب موصوف کی خدمات متعلقہ، طباعت چشمۂ معرفت کا ذکر خیر فرماتے ہوئے فرمایا کہ

’’یہ کام بھی ہم میر مہدی حسین کے سپرد کرتے ہیں‘‘

چنانچہ ایک کاپی ۲۴/مئی ۱۹۰۸ء کو تیار کرا کر میر صاحب موصوف برفاقت مکرمی شیخ رحمت اللہ صاحب و حکیم محمد حسین صاحب قریشی کارکنان نولکشور پریس کو دے کر پروف کے واسطے تاکید کر آئے۔ دوسرے دن پروف لینے گئے مگر منتظمین نے کسی خوردسال بچہ کی موت کا عذر کر کے اگلے دن کا وعدہ کیا۔ ادھر دوسری کاپی تیار تھی مگر وہ پریس کو نہ دی گئی اس خیال سے کہ پہلا پروف آ جائے تو دوسری کاپی دی جائے گی۔ ۲۵/مئی ۰۸ء وعصر کے وقت اندر سے دادی آئیں اور میر مہدی حسین صاحب کو مخاطب کر کے باآواز بلند کہا حضرت صاحب فرماتے ہیں **’’آج ہم تو اپنا کام ختم کر چکے۔‘‘** مکرمہ دادی صاحبہ والدہ مکرمی میاں شادی خان صاحب مرحوم نے جس خوشی اور بشاشت سے یہ خبر آ کے سنائی وہ تو اس تصنیف کے اتمام سے متعلق تھی اور بالکل ایسی ہی تھی جیسے کسی اہم کام کے سرانجام پہنچنے پر ہوا کرتی ہے مگر یہ الفاظ سننے والوں میں سے بعض کا ماتھا ٹھنکا اور ان کے ذہن کسی دوسری طرف منتقل ہو گئے خصوصاً مکرمی میر مہدی حسین صاحب نے تو اس کو بے حد محسوس کیا۔ چنانچہ حضور پرنور کے وصال کے بعد ہمیشہ وہ اس فقرہ کو دہرایا کرتے اور اپنے تاثر کا ذکر کیا کرتے ہیں۔

(سیرۃ المہدی، جلد 2، تتمہ، صفحہ 405، مطبوعہ قادیان 2008)

اعلان نکاح: از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مؤرخہ 15 فروری 2025ء بعد نماز ظہر وعصر مسجد مبارک اسلام آباد میں درج ذیل 5 نکاحوں کا اعلان فرمایا:

(1)	مکرمہ سائرہ نوید صاحبہ بنت مکرم فرید احمد نوید صاحب (پرنسپل جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا) ہمراہ مکرم احتشام احمد عارف صاحب (فارغ التحصیل جامعہ احمدیہ یوکے) ابن مکرم جرار عارف صاحب
(2)	مکرمہ تحسین احمد ندیم صاحبہ بنت مکرم فہیم احمد ندیم صاحب (یوکے) ہمراہ مکرم ولید احمد صاحب (مربی سلسلہ دفتر PS اسلام آباد۔ یوکے) ابن مکرم سعید احمد صاحب
(3)	مکرمہ مناہل خان صاحبہ (واقفۂ نو) بنت مکرم ثناء اللہ خان صاحب (کینیڈا) ہمراہ مکرم راویل احمد ڈوگر صاحب (واقفِ نو) ابن مکرم محمود احمد صاحب (کینیڈا)
(4)	مکرمہ صوفیہ صنوبر شاہ صاحبہ (واقفۂ نو) بنت مکرم شعیب احمد شاہ صاحب (کینیڈا) ہمراہ مکرم انتصار احمد قمر صاحب ابن مکرم امتیاز احمد قمر صاحب (کینیڈا)
(5)	مکرمہ سویرا احمد صاحبہ بنت مکرم ناصر احمد چٹھہ صاحب (یوکے) ہمراہ مکرم ڈاکٹر رابیل احمد صاحب ابن مکرم ڈاکٹر حامد محمود صاحب (یوکے)

اللہ تعالیٰ یہ اعزاز طرفین کیلئے مبارک فرمائے اور نئے رشتے کے بندھن میں بندھنے والوں کو دین ودنیا کے ثمرات سے نوازے۔ آمین۔

☆......☆......☆

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لے یعنی بسم اللہ پڑھے اگر شروع میں بھول جائے تو یاد آنے پر بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ پڑھ لے

(ترمذی، کتاب الاطعمۃ)

طالبِ دُعا: خورشید احمد گنائی صاحب واہل خانہ (امیر جماعت احمدیہ رشی نگر، صوبہ جموں کشمیر)

eTAX SERVICE
GST Suvidha Kendra

Reyaz Ahmed
GST Consultant/TRP
H.O. F-43A School Road
Khanpur, New Delhi - 110062
www.etaxservice.in
reyaz.reyaz@gmail.com
98178 97856
92780 66905

Our Services
Income Tax Filling
GST Reg. & Return Filling
Pvt. Ltd. Reg. and Accounting Services
Trade Mark and Logo Reg. Services
FSSAI Licence for Food Vendors
MCD License
GeM and Procurement Reg.
Import Export Code

طالبِ دعا: ریاض احمد وافراد خاندان (جماعت احمدیہ دہلی)

اگر تو صرف مردوں کے ساتھ سفر کرنا ہے تو avoid کرنا چاہیے
نہیں کرنا چاہیے اور اگر آپ کی ٹیم میں کوئی دو تین عورتیں بھی شامل ہیں اور وہاں جا کر عورتوں نے علیحدہ رہنا ہے تو پھر ٹھیک ہے
سفر کرنے میں کوئی ہرج نہیں، کرسکتی ہیں

اگر انسانی جانوں کے لیے میڈیکل ڈاکٹر ہے یا اسی طرح کوئی اور ریسرچ جو انسانی زندگی کے فائدے کے لیے ہے
اس میں سفر کر رہی ہیں تو وہاں تھوڑی بہت قربانی دی جاسکتی ہے، لیکن صرف کمپیوٹر سائنس ریسرچ تو آپ کہیں بھی بیٹھ کے کرسکتی ہیں

ہاں یہ اصول بہر حال ہے کہ جہاں انسانی زندگی کے لیے کوئی چیز کرنی ہے وہاں اگر کوئی تھوڑا بہت risk بھی لینا پڑے تو چلے جانے میں کوئی ہرج نہیں

لباس شائستہ ہونا چاہئے اور آپس میں میل جول اور سماجی تعلقات میں اسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا ہونا چاہئے

ایک ڈاکٹر کو یہ دعا regular کرتے رہنا چاہئے کہ جو مریض آتے ہیں ان کے علاج کے لیے مجھے اللہ تعالیٰ صحیح راہنمائی کرے ان کی تشخیص میں صحیح طرح کرسکوں، جب بیماری صحیح طرح diagnose ہو جاتی ہے تو اس کے بعد پھر اس کے لیے جو بہترین suitable دوائی ہے وہ میرے دماغ میں آئے اور میں اس کا علاج کرسکوں

قربانی اس وقت تک ہے ہی نہیں جب تک تم وہ چیز قربان نہ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کہ نیکی ہے ہی نہیں جب تک تم وہ خرچ نہ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو
جب تربیت ہو جائے گی، اللہ سے تعلق پیدا ہو جائے گا تو آپ خود آسانی سے خرچ کرنے کی طرف توجہ کرو گے یا ایسا کرنے کی خواہش پیدا ہوگی

❁ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ جرمنی کے فارغ التحصیل طلباء و طالبات کی آن لائن ملاقات اور حضور انور کی زرّیں نصائح ❁

مورخہ 28 مئی 2023ء کو امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ 2020ء اور 2022ء کے درمیان جرمنی کی یونیورسٹی سے اپنی تعلیم مکمل کرنے والے 258 طلبہ و طالبات کی آن لائن ملاقات ہوئی۔

حضورِ انور نے اس ملاقات کو اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں قائم ایم ٹی اے سٹوڈیوز سے رونق بخشی جبکہ طلبہ اور طالبات نے پردے کی رعایت سے مسجد بیت السبوح، فرانکفرٹ، جرمنی کے main ہال سے آن لائن شرکت کی۔

نشست کا آغاز تلاوت قرآن کریم مع جرمن ترجمہ سے ہوا۔

اس کے بعد ریاضی اور انگلش کی ایک خاتون ٹیچر نے اپنی پریزنٹیشن پیش کرتے ہوئے بتایا کہ انہیں آج ’’سماجی عدم مساوات کے سبب تعلیم حاصل کرنے کے مواقع میسر نہ آنے اور اس کو کس طرح دور کیا جائے‘‘ پر پریزنٹیشن پیش کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

موصوفہ نے بتایا کہ جرمنی کے سکول سسٹم کا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ طلبہ کے تعلیمی نتائج ایک جیسے ہوتے ہیں، ایک طالب علم کی سماجی و اقتصادی حیثیت اس کی تعلیمی کامیابی پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اساتذہ مختلف معاشرتی طبقات سے تعلق رکھنے والے طلبہ کو مختلف سکولز میں جانے کی تجویز دیتے ہیں۔ اس تناظر میں Gymnasium یعنی ریاست کے زیر انتظام سیکنڈری سکولوں میں پڑھنے کے لیے سفارش حاصل کرنے کے امکان کے بارے میں وضاحت کی گئی جو طلبہ کے سماجی طبقات کو ذہن میں رکھتے ہوئے اعلیٰ تعلیم کے لیے تیار کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں اونچے طبقے کے بچوں کا بہتر تعلیم حاصل کرنے کا امکان 6.2 گنا زیادہ ہوتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے اِس امر کا اظہار فرمایا کہ اس پریزنٹیشن میں نہیں بتایا گیا لیکن مجھے پتا ہے کہ اس سے پہلے Fachabitur (تکنیکی ڈپلومہ) کر کے Ausbildung وغیرہ کر لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جماعت میں کتنی فیملیاں ایسی ہیں اور ان میں سے کتنی لڑکیاں اور کتنے لڑکے ہائر ایجوکیشن حاصل کر رہے ہیں نیز کس کی percentage زیادہ ہے؟ پھر کتنے خاندان ایسے ہیں جو کم educated ہیں؟ اب تو جو تیس، چالیس سال سے آئی ہوئی پرانی فیملیاں ہیں، ان کی بھی نسل ہے، ان کے آگے بچے بھی یونیورسٹیوں میں جانے والے ہو گئے۔ وہ تو پڑھے لکھے ہو گئے۔ تو اس لحاظ سے تو آج سے دس سال پہلے جو ایجوکیشن کا لیول تھا اس کی نسبت آج بہت زیادہ اچھا ہونا چاہیے لیکن اس ہائی لیول ایجوکیشن کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جماعت اور دین سے attach بھی ہیں یا صرف دنیا میں ہی پڑ گئے ہیں؟ ایجوکیشن میں جا کر صرف دور ہٹ گئے ہیں یا جماعت کے ساتھ ان کی attachment بھی ہے؟ لڑکیوں میں کتنی ایسی ہیں؟ یہ سارا ڈیٹا بھی آپ لوگوں کو لینے کی ضرورت ہے۔

سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن کا کام ہے کہ یہ انفارمیشن بھی لے اور پھر اپنے ڈیٹا کو جماعت کے ساتھ correlate کرتے ہوئے اپنی انفارمیشن شیئر کرے۔ پھر دیکھیں کیا حل نکالا جاسکتا ہے۔ ان لوگوں کو جو کم educated ہیں کس طرح بہتر کیا جاسکتا ہے۔ ان کے بھی بعض ایسے ذہین بچے ہوتے ہیں جو اچھی ایجوکیشن لے سکتے ہیں۔ ان کو کس طرح ہم encourage کرسکتے ہیں۔ پھر ان کو جماعت کے ساتھ attach رکھیں اور جماعت کے کام میں بھی لے کر آئیں۔ یہ معلومات بھی سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن آرگنائزیشن کو اکٹھی کرنی چاہیے۔

اس پریزنٹیشن کے اختتام پر حضور انور نے موصوفہ کی ان الفاظ میں حوصلہ افزائی فرمائی کہ آپ نے بہترین تحقیق کی ہے۔

دوسری پریزنٹیشن پیش کرنے والے Genetics میں Ph.D کرنے والے ایک خادم کی تھی جنہوں نے اپنی ریسرچ یونیورسٹی ہسپتال کولون (Köln) سے مکمل کی تھی۔ انہوں نے بتایا کہ ان کی پی ایچ ڈی کا عنوان carbinol-Indol-3 یعنی ایک کیمیکل جو سبز سبزیوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ microglial کو کم کرتا ہے جو ایک خاص قسم کے خلیات ہیں جو بیماری کی حالت میں ایکٹیویٹ ہو جاتے ہیں۔ carbinol-Indol-3 ان سیلز کی ایکٹیویشن کو روکتا ہے۔ موصوف نے اس thesis میں اس بات پر تحقیق کی کہ کیا بروکلی ایکسٹریکٹ میں پایا جانے والا ایک خاص کیمیکل، انڈول تھری کاربینول، microglial ایکٹیویشن کو روکتا ہے یا نہیں؟ نتیجہ یہ نکلا کہ سبز سبزیوں میں پایا جانے والا کمپاؤنڈ I3C ریٹینا کے اندر مضر سیلز کی ایکٹیویشن کو روکتا، ریٹینا کے سٹرکچر کو preserve کرتا اور اس کے ساتھ light damage سے بھی بچاتا ہے۔

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ اس لیے balanced خوراک ضروری ہے۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلامی اصول کی فلاسفی میں فرمایا کہ نہ گوشت زیادہ کھاؤ نہ سبزی بلکہ balanced diet ہو۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ نے موصوف سے استفسار فرمایا کہ ویسٹرن سوسائٹی میں لائٹ کا exposure زیادہ ہے یا کسی اور چیز کا exposure زیادہ ہے جس کی وجہ سے ریٹینا damage ہوتا ہے؟ یہاں تو موسم ایسا رہتا ہے کہ بادل رہتے ہیں۔ اتنی کلیئر لائٹ بھی نہیں۔ افریقہ اور ایشیا میں بعض مہینوں میں تو بہت زیادہ bright light ہوتی ہے۔ اگر لائٹ کی وجہ سے ہونا ہے تو وہاں ہونا چاہیے یا کوئی اور وجوہات ہیں؟ اگر ہیں تو پھر وہ کیا وجوہات ہیں جو ویسٹ میں ہیں اور ایسٹ میں اور افریقہ میں نہیں یا یہ کوئی جنیٹک کیریکٹر ہے؟

موصوف نے عرض کیا کہ اس میں genetics بھی involve ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جو لوگ ستّر یا اسّی سال سے زائد عمر کے ہو جاتے ہیں ان میں یہ بیماری ہوتی ہے۔ ان ملکوں میں لوگوں کی عمریں زیادہ ہوتی ہیں اس وجہ سے ادھر یہ بیماری بھی زیادہ ہے۔

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ ایشیا یا افریقہ میں جن کی عمر ستّر، اسّی سال کی ہوتی ہے ان میں یہ بیماری نہیں ہوتی۔ آپ نے وہاں کا سیمپل لیا ہے؟ وہاں بھی تو جا کے دیکھنا پڑے گا۔ یا ساؤتھ امریکہ یا امریکہ میں۔ ویسٹ میں بھی یورپ میں کن ملکوں میں زیادہ ہے اور کن ملکوں میں نہیں ہے؟ یا اگر صرف وائٹ نسل میں زیادہ ہے تو ایسٹرن یورپ میں کتنا اور باقی یورپ میں کتنا ہے؟ یا امریکہ میں رہنے والوں میں کتنا ہے یا جو آسٹریلیا وغیرہ میں جا کر آباد ہوئے ان میں وہاں کے حالات کے مطابق کتنا ہے؟ تو اس پر کافی بڑی ریسرچ کرنے کی ضرورت ہے۔

پریزنٹیشن کے اختتام پر حضور انور ایدہ اللہ کے دریافت کرنے پر کہ ریٹینل ڈی جنریشن سے متاثرہ لوگوں کی اوسط تعداد کیا ہے؟ موصوف نے بتایا کہ 2020ء تک دنیا بھر میں دو صد ملین لوگ اس سے متاثر ہوئے تھے۔ مزید برآں حضور انور نے فرمایا کہ بروکلی اور cabbage جیسی چیزیں اچھی ہوتی ہیں۔ یہ کھانی چاہئیں۔ اسی طرح پکا کر کھانی ہے تو پالک وغیرہ، یہ سبزیاں بھی اچھی ہوتی ہیں۔ وہ بھی کھانی چاہئیں۔

پریزنٹیشنز کے بعد شاملین کو حضور انور سے متفرق امور کے متعلق سوال کرنے کا موقع ملا۔

کمپیوٹر سائنسز میں ماسٹر ڈگری کی حامل ایک خاتون نے سوال کیا کہ اگر عورتوں کو پڑھائی یا نوکری کے سلسلے میں اکیلے کچھ دن سفر کرنا پڑے تو اسلامی نقطہ نظر سے اس بارے میں کیا ہدایت ہے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ اگر تو صرف مردوں کے ساتھ سفر کرنا ہے تو avoid کرنا چاہیے۔ نہیں کرنا چاہیے اور اگر آپ کی ٹیم میں کوئی دو تین عورتیں بھی شامل ہیں اور وہاں جا کر عورتوں نے علیحدہ رہنا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ سفر

کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ کرسکتی ہیں۔ یہ اس پر بھی منحصر ہے کہ آپ کس قسم کی سٹڈی یا ریسرچ کر رہی ہیں۔ اگر انسانی جانوں کے لیے جیسے ڈاکٹر ہے، میڈیکل ڈاکٹر ہے یا اسی طرح کوئی اَور ریسرچ جو انسانی زندگی کے فائدے کے لیے ہے اس میں سفر کر رہی ہیں تو وہاں تھوڑی بہت قربانی دی جاسکتی ہے۔ لیکن صرف کمپیوٹر سائنس ریسرچ تو آپ کہیں بھی بیٹھ کے کرسکتی ہیں۔ اس کے لیے کہنا کہ جب تک میں آسٹریلیا نہیں جاؤں گی یہاں سے اچھا کمپیوٹر مجھے نہیں مل سکتا حالانکہ اس سے بہتر کمپیوٹر facilities آپ کو جرمنی میں مل جاتی ہیں۔ اس لیے ان چیزوں کو avoid کرنا چاہیے۔

یہ ہر کیس اور حالات کے اوپر depend کرتا ہے اس کا کوئی اصول نہیں بنایا جاسکتا۔ ہاں یہ اصول بہرحال ہے کہ جہاں انسانی زندگی کے لیے کوئی چیز کرنی ہے وہاں اگر کوئی تھوڑا بہت risk بھی لینا پڑے تو چلے جانے میں کوئی ہرج نہیں۔

انگلش اور فلاسفی کی سیکنڈری سکول کی خاتون ٹیچر نے سوال کیا کہ جرمنی میں مذہبی تعلیم سکولوں کے بنیادی نصاب کا باقاعدہ حصہ ہے۔ ایک ٹیچر کو اپنے سٹوڈنٹس میں ایسی کون سی خصوصیات اور خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو مؤثر طریق پر سمجھ سکیں؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ اپنا عمل اور اپنا نمونہ دکھاؤ اور اپنی مثال قائم کریں۔ اپنے تجربات بیان کریں کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کا کیا پرسنل experience ہے۔ کبھی کبھی سٹوڈنٹس میں بیٹھ کر جو casual گفتگو ہوتی ہے وہاں نارمل ڈسکشن میں باتوں باتوں میں experience بیان کر دیا کریں یا لیکچر دیتے ہوئے بعض دفعہ کوئی مثال دینی پڑتی ہے تو ایسی مثال دیں جس سے لڑکوں کو خیال پیدا ہو کہ ہاں خدا تعالیٰ ہے اور پھر ان کی توجہ بھی آہستہ آہستہ اس طرف ہوتی ہے۔

ساٹھ ستّر فیصد سٹوڈنٹس تو مذہب کے معاملے میں ویسے ہی indifferent ہیں۔ وہ کہتے ہیں جب بڑے ہوں گے، اماں ابا کی عمر کو پہنچیں گے، تو دیکھیں اور سوچیں گے کہ مذہب کیا چیز ہے۔ ابھی تو ان کو مذہب سے تعلق ہی کوئی نہیں، تو جب مذہب سے کوئی تعلق نہیں، نہ خدا سے ان کا کوئی تعلق ہے اور کچھ لوگ جو اگر مذہب اور خدا کو مانتے بھی ہیں تو وہ کبھی کبھی اتنے regular practicing مذہبی لوگ نہیں ہوتے۔ خاص طور پر چودہ تا سولہ سالہ عمر میں ماحول دیکھ کر ایک چیلنج آرہا ہوتا ہے۔ تو اس حالت میں یہی ہے کہ اگر کسی کے پرسنل تجربات ہوں تو وہ بیان کرے۔ اس سے لوگوں کا انٹرسٹ develop ہوتا ہے۔ اس کے لیے یہی ہے کہ آپ پہلے اپنا خود اللہ سے تعلق پیدا کریں پھر باقیوں کو بھی کہانی کہانی میں بتا کر انٹرسٹ create کرسکتی ہیں۔

Pharmacy میں Ph.D کے حامل ایک موصوف نے سوال کیا کہ کیا ہمیں اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ابتدائی مرحلے میں جلدی ذاتی کام شروع کرنا چاہیے یا ایک محفوظ ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضور راہنمائی فرمائیں کہ نوجوان گریجوایٹس کو کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ پہلے تجربہ حاصل کرنے کے لیے ملازمت بھی کر لو تو کوئی ہرج نہیں۔ ملازمت سے زندگی regulate ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ جب انسان خود کام کر رہا ہو تو بڑا relaxed ہو جاتا ہے۔ سوائے اس کے کہ پہلے دن سے ہی پیسے آنے لگ جائیں تو پھر ٹھیک ہے۔ نہیں تو بعض دفعہ پیسے نہ آ رہے ہوں تو انسان کہتا ہے کہ چلو ٹھیک ہے بعد میں چلے جائیں گے۔ دو گھنٹے دکان لیٹ کھول لی تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سوائے اس کے کہ پیچھے کوئی ایسا خوف ہو کہ ہاں ضرور جانا ہے۔ تو زندگی ریگولیٹ کرنے کے لیے ایک دو سال ملازمت کریں اور پھر پیسے بھی کما لیں۔ پیسے اتنے ہوں کہ اپنی فارمیسی شروع کرسکتے ہیں تو پھر شروع کرنی چاہیے۔ اصل بات یہی ہے کہ اپنا بزنس ہو لیکن اپنی زندگی کو ریگولیٹ کرنے کے لیے تھوڑا سا ایسا کام ضرور کرنا چاہیے جہاں آدمی کچھ پابندیوں کے اندر گزارا کر رہا ہو تو اس سے بہت سارے تجربات ہو جاتے ہیں۔

ایک فزیشن نے سوال کیا کہ بطور ڈاکٹر اور موجودہ طب کے ساتھ اپنے مریضوں کے لیے قرآن پاک کو کیسے بطور شفا کے استعمال کیا جاسکتا ہے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ غیر احمدی پیروں کی طرح صرف یہ کہنا کہ میں نے یوں کر کے دَم کیا، پھونک ماری اور قرآن کریم کی کوئی آیت گھول کے مریض کو پلا دیا اور اس کو شفا ہو جائے تو وہ کچھ نہیں ہے۔ وہ یونہی اپنے آپ کو اور مریضوں کو بھی آزمانے والی بات ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھی پھر بدظنّیاں پیدا ہوتی ہیں۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسباب کو استعمال کرو۔ پہلے تو یہ کہ دعا کریں۔ ایک ڈاکٹر کو یہ regular دعا ویسے ہی کرتے رہنا چاہیے کہ جو مریض آتے ہیں ان کے علاج کے لیے مجھے اللہ تعالیٰ صحیح راہنمائی کرے۔ ان کی تشخیص میں صحیح طرح کرسکوں۔ جب بیماری صحیح طرح diagnose ہو جاتی ہے تو اس کے بعد پھر اس کے لیے جو بہترین suitable دوائی ہے وہ میرے دماغ میں آئے اور میں اس کا علاج کرسکوں۔ ایک ڈاکٹر کو اللہ تعالیٰ سے راہنمائی کے لیے مستقل دعا مانگنی چاہیے۔ اس کے بعد مریض کو دیکھیں۔ اپنے آپ کو نہ سمجھیں کہ میں کچھ چیز ہوں۔ ھو الشّافی پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ شافی ہے۔ اپنی prescription لکھیں تو اس میں بھی اوپر ھو الشّافی لکھ دیا کریں تا کہ ہر وقت آپ کے دماغ میں رہے کہ اللہ شافی ہے، اللہ تعالیٰ ہی شفا دینے والا ہے۔ قرآن شریف یہی کہتا ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو اللہ تعالیٰ شفا دیتا ہے۔ تو اللہ کو شافی سمجھ کر اس کا نسخہ لکھیں اور پھر نمازوں، سجدے میں بھی اس کے لیے دعا کریں۔ یا مستقل ایک اصول بنا لیں کہ روزانہ میں نے دو نفل اپنے مریضوں کے لیے پڑھنے ہیں، اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالتا ہے۔ تو باقی جب کلینک میں آتے ہیں یا جہاں بھی پریکٹس کر رہے ہیں وہاں آتے ہیں تو سورۂ فاتحہ پڑھ لیا کریں۔ اس میں بھی شفا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ میں صحیح راہنمائی بھی کرتا رہے اور اس کو شفا بھی دے، وہ پڑھیں۔ اپنے دن کا آغاز دعا سے کریں، سورۂ فاتحہ پڑھ کر کریں اور نمازوں میں دعا کریں اور اس سے پہلے بھی اور بعد میں بھی دعا کریں، اللہ تعالیٰ فضل کرتا ہے۔ یہ کہنا کہ میں فلاں چیز یا قرآن کریم کی کوئی آیت گھول کے پلا دوں یہ پیروں والی باتیں ہم میں نہیں ہیں۔

ایک فارماسسٹ خاتون نے سوال کیا کہ اگر کسی کو اپنے تعلیمی شعبے میں کام کرنے کا موقع ملے تو کیا اپنے بچوں کو ڈے کیئر میں یا والدین کے گھر چھوڑنا جائز ہے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ اگر حالات اس بات کے متقاضی ہوں اور یہ لازم ہو جائے تو تب کوئی ایسا انتظام کرنا مجبوری متصور ہوگی۔ بہت سے لوگ اس طریق کو اختیار کرتے ہیں، تاہم یہ یقینی بنانا ضروری ہے کہ بچوں کو آگاہ کیا جائے کہ انہیں چھوڑ نہیں دیا گیا۔ بچوں کی بہبود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ خاص طور پر جب وہ سکول میں جا رہے ہوں تو انہیں توجہ دینا اور ان کی زندگیوں میں شامل ہونا بہت ضروری ہے۔

ایجوکیشن میں ماسٹرز ڈگری کی ایک سٹوڈنٹ خاتون نے سوال کیا کہ کیا خواتین سیاست میں حصہ لے سکتی ہیں؟ موصوفہ نے سیاسی جماعت میں شامل ہونے پر غور طلب عوامل کے بارے میں دریافت کیا نیز بتایا کہ انہیں اور ان کی بہن کو ایک خاتون سیاستدان نے اپنی سیاسی جماعت میں شمولیت کی دعوت دی تھی؟

اس پر حضور انور نے پیشہ تدریس کو سراہتے ہوئے فرمایا کہ واقعی یہ ایک عظیم اور قابل تعریف پیشہ ہے، اگر اس کے باوجود وہ سیاست میں آنے کی اتنی خواہش رکھتی ہیں تو وہ آگے بڑھ سکتی ہیں لیکن انہیں اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ سیاست صاف ستھری اور با اخلاق اصولوں کے مطابق ہو۔

حضور انور نے حجاب پہننے کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے تلقین فرمائی کہ لباس شائستہ ہونا چاہیے اور آپس میں میل جول اور سماجی تعلقات میں اسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اسی طرح حضور انور نے انہیں حقوق نسواں اور دیگر انسانی حقوق کے قائم کرنے کے طریقوں پر غور کرنے کی ترغیب دی۔

انڈسٹریل انجینئرنگ میں ماسٹرز ڈگری حاصل کرنے والے، آٹوموٹیو انڈسٹری میں ٹیکنیکل innovation مینجمنٹ سے وابستہ ایک صاحب کو حضور انور سے اپنے شعبہ کے حوالے سے بات کرنے کا موقع ملا۔ موصوف نے ذکر کیا کہ artificial intelligence انڈسٹری کو نمایاں طور پر متاثر کر رہی ہے۔

اس پر حضور انور نے مصنوعی ذہانت کے حوالے سے فرمایا کہ اگر سب کچھ صرف artificial intelligence کے ذریعے ہی انجام پانا ہے تو انسانی ذہن کا کیا کرنا باقی رہ جائے گا۔ ایسی صورت میں انسانی عقل رجعت اور جمود کا شکار ہو جائے گی۔

ایک سوال کیا گیا کہ کئی یونیورسٹیز کے طلبہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ کام کرتے ہیں اور پیسے کما رہے ہوتے ہیں اور پڑھائی کے بعد عموماً ان کی آمدنی اچھی ہو جاتی ہے۔ یونیورسٹی میں زیر تعلیم احباب کو کس طرح مالی قربانی کے فوائد کی طرف بھی متوجہ کیا جاسکتا ہے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ آپ نے خود ہی قربانی کا لفظ بول دیا۔ قربانی کا تو مطلب ہی یہی ہے کہ اپنے آپ کو کچھ تکلیف میں ڈالو اور پھر کوئی کام کرو۔ قربانی کسے کہتے ہیں؟ قربانی کا مطلب یہی ہے کہ تکلیف میں ڈال کر کوئی کام کرنا۔ اگر آسانی سے کام ہوتا رہے تو اسے قربانی تو نہیں کہتے۔ ہم کہتے ہیں ہم نے عید قربان پہ بکرے یا گائے کی قربانی کی تو اس کے گلے پر چھری پھیر کے ہی قربانی کی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی قربانی پیش کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو لٹا کے قربانی لینے لگے تو وہ اسی قربانی کے لیے تیار ہوئے تھے کہ چھری پھیریں۔ تو پہلے تو قربانی کے لفظ کا فلسفہ پتا ہونا چاہیے کہ قربانی کیا ہے۔ ایک طرف آپ کہتے ہیں قربانی، دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ میرے تو اپنے خرچ پورے نہیں ہو رہے میں کس طرح قربانی کروں۔ قربانی تو ہے ہی وہی کہ اپنے خرچوں، اپنی خواہشات، اپنی ضروریات کو کم کر کے اس کے دین یا غریبوں یا کسی دوسرے کی بہتری کے لیے کچھ خرچ کرنا۔

آمدنی جب ہوتی ہے اس میں سٹوڈنٹ اپنی فیس اور اپنے کھانے پینے کے اخراجات بھی پورے کر رہا ہوتا ہے، بعض دفعہ والدین نہیں دے سکتے، بعض دفعہ دوسری جگہ یونیورسٹی میں رہ رہا ہے تو وہاں کہیں فلیٹ یا یونیورسٹی ہاسٹل میں رہتا ہے۔ بعض دفعہ وہاں کے اخراجات ہو جاتے ہیں جو وہ پورے کر رہا ہوتا ہے۔ تو یہ چیزیں آپ کی ایک ریگولر انکم نہیں ہیں۔ اس عرصے میں آپ پڑھ رہے ہیں، اس میں سے کچھ savings کر کے اگر آپ قربانی کرتے ہیں، چندہ دیتے ہیں یا کسی غریب کی مدد کرتے ہیں، کسی چیریٹی میں دیتے ہیں تو اچھی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ فرمایا کہ جو تمہارے لیے آسان ہے وہ دو، دوسری جگہ فرمایا کہ قربانی کر کے دو۔ تیسری جگہ فرمایا کہ قربانی اس وقت تک ہے ہی نہیں جب تک تم وہ چیز قربان نہ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو۔ تو حالات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف سبق دے دیے۔ لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ کہ نیکی ہے ہی نہیں جب تک تم وہ خرچ نہ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو۔

یہ تو آپ کو سوچنا پڑے گا کہ کس حد تک، کن حالات میں آپ نے قربانی کرنی ہے۔ باقی ریگولر چندہ بعض دفعہ نہیں دے سکتے تو جو minimum requirement ہے مثلاً اگر ایک سٹوڈنٹ موصی ہے تو اس نے بہرحال اپنی پاکٹ منی سے چندہ دینا ہے۔ ظاہر ہے اگر وہ اتنا reasonable کما رہا ہے کہ اپنی فیس بھی دے رہا ہے اور گھر کے خرچے بھی پورے کر رہا ہے تو پھر اس کو اپنی انکم کے مطابق چندہ دینا چاہیے اور اگر موصی نہیں ہے تو جتنا وہ آسانی سے دے سکتا ہے وہ دے۔ تو یہ ساری چیزیں حالات پر depend کرتی ہیں۔ اسی طرح دوسری چیریٹیز ہیں ان میں جتنی آپ قربانی کرسکتے ہیں کریں۔

پہلی بات تربیت ہے۔ اگر اچھی تربیت ہو، خدا تعالیٰ پر یقین ہو، اعتماد ہو، اس پر توکل ہو، اس کے حق ادا کیے جا رہے ہوں، انسان نمازیں پڑھنے والا ہو۔ پہلی چیز تو نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان بالغیب کے بعد پہلے یہی فرمایا کہ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ کہ نمازوں کو قائم کرو، نماز پڑھو۔ پھر فرمایا نمازیں جب پڑھ لو، اللہ سے تعلق پیدا ہو جائے پھر قربانی کرو۔ مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ، جو تمہیں اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ جب تربیت ہو جائے گی، اللہ سے تعلق پیدا ہو جائے گا تو آپ خود آسانی سے خرچ کرنے کی طرف توجہ کرو گے یا ایسا کرنے کی خواہش پیدا ہوگی۔

پھر چندہ کیا چیز ہے؟ چندے کا فلسفہ ذہن میں آ جائے گا کہ چندہ قربانی ہے، یا صدقہ دینا قربانی ہے، یا کسی چیریٹی کو کچھ دینا قربانی ہے۔ قربانی کا فلسفہ جب سمجھ آ جائے تبھی آدمی قربانی کرسکتا ہے۔ قربانی کا مطلب ہی تکلیف ہے۔ اپنے آپ کو تھوڑی سی تکلیف میں ڈالو گے تو کام ہوگا۔ اگر ایک دن برگر نہ کھاؤ تو کوئی بات نہیں، اتنے میں خدام الاحمدیہ کا چندہ ادا ہو جاتا ہے۔

ایک سوال کیا گیا کہ بحیثیت احمدی مسلمان میں نے جرمنی میں رہتے ہوئے دیکھا ہے کہ جرمن باشندے integration پر بہت زور دیتے ہیں اور جرمن زبان میں مہارت کو ہی integration کا ایک بنیادی پہلو سمجھا

جاتا ہے جبکہ حضور انور نے اپنے خطاب میں فرمایا تھا کہ integration محض زبان سیکھنے تک محدود نہیں ہے بلکہ ملکی قواعد و قوانین کی پابندی کرنے جیسے کئی اہم پہلوؤں پر محیط ہے۔ کیا حضور بعض ایسے نکات بتا سکتے ہیں جو میں یہاں کے باشندوں کو، خاص طور پر جو ساتھ کام کرتے ہیں، یا جن کو میں جانتا ہوں بتا کر سمجھا سکوں کہ محض ملکی زبان کی مہارت حاصل ہونے سے ہی لازمی طور پر integration کے معیار کا اندازہ نہیں لگانا چاہیے؟

اس پر حضور انور نے فرمایا کہ آپ کی پہلی بات ہی غلط ہے کہ مہارت حاصل کرنا۔ زبان آنے اور مہارت حاصل کرنے میں بڑا فرق ہے۔ لوکل جرمن لوگ جو یہاں پلے بڑھے ہیں ان کو اپنی زبان پر مہارت نہیں ہے تو آپ کو کہاں سے ہے؟ آپ کو اردو پر کب مہارت ہے؟ اس لیے مہارت بالکل علیحدہ چیز ہے۔

وہ یہاں یہ ضرور کہتے ہیں کہ کم از کم اتنی زبان تو آنی چاہیے کہ تم اپنا مدعا بیان کر سکو۔ یہاں کئی جج ہیں، کورٹ میں احمدیوں کے اسائیلم کیسز جاتے ہیں، وہ ان سے ایک دو لفظ پوچھتے ہیں کہ تم جرمن زبان میں کوئی فقرہ ہی بول دو، اگر کوئی جرمن میں فقرہ بولتا ہے یا دو سوال ہی کر دے یا جواب دے دے تو کہتے ہیں، ہاں چلو تم نے سیکھنے کی کوشش تو کی، تو انہوں نے ان کے کیس پاس کر دیے۔ اس لیے ہر جگہ ایک اصول نہیں۔ ہاں بعض rigid لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ تمہیں زبان نہیں آتی، اس لفظ کا مطلب نہیں آتا، اس کا استعمال نہیں آتا، یہ فقرہ تم نے صحیح نہیں بنایا۔ ایسے کیسز بھی ہیں۔ لیکن عمومی طور پر تھوڑی بہت ٹوٹی پھوٹی جرمن بھی جن کو آتی ہے ان کو لوگ کہتے ہیں واہ واہ کمال ہو گیا، تم جرمن بول لیتے ہو۔ وہ اسی بات پر خوش ہو جاتے ہیں۔

کم از کم اتنا ہونا چاہیے کہ آپ جب یہاں اس ملک میں رہنے کے لیے آئے ہیں تو یہاں کی زبان تو سیکھیں۔ زبان سیکھیں گے تو جہاں اپنا مدعا بیان کریں گے وہاں آپ کے لیے تبلیغ کے میدان کھلیں گے۔ تبلیغ کے لیے بھی تو ضروری ہے کہ آپ کو اس جگہ کی زبان آنی چاہیے۔ یہ بات تو اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ لیکن میں نے یہ بالکل نہیں کہا تھا کہ زبان نہ سیکھو اور باقی بہت سارے کام ہیں، ان پر توجہ کرو۔ مَیں نے کہا تھا کہ صرف ایک چیز نہیں ہے۔ ہاں! زبان بھی آنی چاہیے لیکن integration یہ بھی ہے کہ ہم اس ملک میں رہ رہے ہیں، ہم باہر سے آئے ہیں، اس ملک کی زبان سیکھنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں اور اس ملک کے قانون اور قواعد کی پابندی بھی کرتے ہیں اور اس کے لیے ہم یہاں آ کر اپنا علم بڑھانے کی بھی کوشش کر رہے ہیں تا کہ ہم اس ملک کی خدمت کر سکیں۔

ایک شخص جو جرمن ہے، یہاں رہتا ہے اور اس کو بڑی اچھی زبان آتی ہے اور ملک کے قانون کی پاسداری نہیں کر رہا، اس کو توڑتا ہے، تو باوجود جرمن کہلانے کے وہ ملک کے لیے فائدہ مند نہیں ہے۔ لیکن اگر مجھے جرمن زبان کے دو چار لفظ آتے ہیں یا ٹوٹی پھوٹی جرمن زبان آتی ہے، میں ابھی صحیح طرح نہیں بیان کر سکتا کیونکہ میں نیا آیا ہوں لیکن حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ کے لحاظ سے میرے اندر ملک کی خدمت کرنے کے جذبات ہیں اور میں کوشش کر رہا ہوں کہ ملک و قوم کی خدمت کروں اور لوگوں کا ممنون احسان ہو جاؤں جنہوں نے مجھے یہاں رہنے کے لیے جگہ دی اور میں ان کی خدمت بھی کروں تو یہ integration ہے۔ ان کو بتاؤ کہ زبان سیکھنے کے لیے مجھے وقت چاہیے، وہ میں سیکھ رہا ہوں۔ اس کے علاوہ میری تعلیم مجھے یہ کہتی ہے کہ تم نے وطن سے محبت کرنی ہے اور وطن سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ میں ملک کے قانون کی پاسداری کروں اور ملک سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ملک کی بہتری کے لیے میرے اندر جو صلاحیتیں ہیں ان کو بروئے کار لاؤں۔

ملک سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ میں جس حد تک ملک کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں پہنچاؤں۔ تو یہ چیزیں جب آپ لوگوں کو بتائیں گے تو ان کو سمجھ آ جاتی ہے اور ستّر، اسّی بلکہ نوّے فیصد لوگ اس کو سمجھ جاتے ہیں۔ باقی کچھ نہ سمجھنے والے بھی ہوتے ہیں۔ ضروری تو نہیں کہ آپ سو فیصد کسی کو قائل کر سکیں۔ دنیا میں کہیں نہیں ہوا کہ سوشل تعلقات میں آپ سو فیصد نمبر حاصل کر لیں۔

آپ زبان سیکھیں، زبان سیکھنے کے ساتھ باقی باتیں بھی کریں۔ مَیں نے تو یہ کبھی نہیں کہا کہ زبان سیکھنا ضروری نہیں۔ البتہ جہاں تک مجھے یاد ہے مَیں ہر جگہ یہ ضرور کہتا ہوں کہ integration صرف یہ نہیں کہ مَیں ان کی روایات پر عمل نہیں کرتا، شراب نہیں پیتا، کلب میں نہیں جاتا، عورت سے مصافحہ نہیں کرتا یا عورت مرد سے مصافحہ نہیں کرتی۔ integration یہ ہے کہ ملک کی بہتری کے لیے جو کچھ میری صلاحیتیں ہیں ان کو میں بروئے کار لا رہا ہوں اور میرے اچھے اخلاق ہیں۔ مَیں ہر جرمن، مرد ہو یا عورت اس کی بہتری اور اس کو فائدہ پہنچانے کے لیے کام کرتا ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ جہاں تک زبان سیکھنے کا تعلق ہے وہ بھی سیکھ سکتا ہوں اور سیکھ رہا ہوں۔

میں نے اگر برائیاں بیان کی ہیں تو ان باتوں کی کی ہیں جہاں ان لوگوں کی برائیاں تھیں۔ یہ میں نے ضرور کہا ہے کہ کلب میں جانا، ڈانس کرنا یا ننگے لباس پہننا integration نہیں ہے۔ زبان نہ سیکھنے کی تو میں نے بہت کم بات کی ہے۔ اگر کہیں کی ہے تو شاید ایک آدھا فقرہ کبھی کہیں کہہ دیا ہو اور وہ بھی سرسری۔ ہاں جو برائیاں ہیں ان کو میں نے ضرور ہائی لائٹ کیا ہے کہ یہ برائیاں کرنے سے مطلب یہ نہیں ہے کہ میں ننگا ہو کر پھرنا شروع کر دوں یا عورتوں کے ساتھ ڈانس کرنا شروع کر دوں یا شراب پینا شروع کر دوں تو میں انٹگریٹ ہو گیا۔

یہ تو خود اب ماننے لگ گئے ہیں۔ ان کی اپنی ریسرچ آ گئی ہے کہ پہلے کہتے تھے ہفتے میں ایک دن شراب پینے سے کچھ نہیں ہوتا، اب یہ کہتے ہیں نئی ریسرچ آئی ہے کہ شراب پینا ہی انسان کے لیے تباہی ہے۔ اس پر یہ لوگ خود ریسرچ کرنے لگ گئے ہیں۔ پہلے کہتے تھے مرد عورت اکٹھے ہو جائیں تو کچھ نہیں ہوتا۔ اب عورتوں نے شور مچانا شروع کر دیا ہے کہ ہمیں اس قسم کی integration نہیں چاہیے۔ مرد تو ہمارے حق مارنے لگ گئے ہیں۔ مرد عورت بن کے عورتوں میں آ گیا تو عورتوں نے شور مچا دیا کہ ہم نے اب ان کو شامل نہیں کرنا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ٹورنامنٹ علیحدہ ہوں گے، انہوں نے اپنے کلب ہی علیحدہ بنانے شروع کر دیے ہیں۔ جرمنی اور یوکے میں بھی بعض ایسے کیس ہیں۔ تو یہ ایسی باتیں ہیں جو برائیاں پیدا کر سکتی ہیں اور جو قانون قدرت کے خلاف ہیں وہ خود ان کے اندر پیدا ہو رہی ہیں اور اگلے دس سے پچیس سال میں ان کو احساس ہو جائے گا۔ یا ان کی نسلیں ختم ہو جائیں گی یا یہ برائیاں چھوڑ دیں گے۔ اس لیے آپ آرام سے اپنا کام کیے جائیں اور خاموشی سے پیار سے سمجھا کر کرتے جائیں اور ہر دفعہ جب آپ کو کسی نہ کسی سے بات کرنے کا موقع ملتا ہے تو وہاں اگر آپ نیک نیتی سے اس بات پر قائم ہیں کہ میں نے فائدہ پہنچانے کے لیے کام کرنا ہے تو کوئی نہ کوئی راستہ اللہ تعالیٰ سوجھا دیتا ہے اور آپ کو جواب بھی سوجھا دے گا کہ اس situation میں کس طرح کا جواب دینا ہے۔ اللہ کو راضی کرو باقی سب راضی ہو جائیں گے۔

حضور انور کے استفسار پر بتایا گیا کہ یہاں موجود سٹوڈنٹس میں سے 114 لڑکے اور 144 لڑکیاں ہیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا کہ لڑکیاں زیادہ پڑھ رہی ہیں، لڑکوں کو پڑھایا کریں!

ملاقات کے آخر پر حضور انور نے فرمایا کہ چلو پھر۔ السلام علیکم

(مرتبہ: قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل)

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 8 جون 2023ء)

نتیجہ انعامی مقالہ نویسی
نظارت تعلیم قادیان

ہندوستان بھر کے احمدی طلباء طالبات و مرد و خواتین کے اندر مقالہ نویسی کی قابلیت کو فروغ دینے کے لئے اور ان کی مخفی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے لئے ہر سال نظارت تعلیم قادیان کی جانب سے مقابلہ انعامی مقالہ نویسی کروایا جاتا ہے۔ امسال 2024-25ء کے لئے انعامی مقالہ نویسی کا عنوان ذیل کے مطابق دیا گیا تھا:

(1) گروپ (A): 8th تا 12th کلاس کے طلباء و طالبات

عنوان: سوشل میڈیا/انٹرنیٹ کے فوائد اور نقصانات

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں

(2) گروپ (B): UG,PG,Ph.D طلباء و طالبات

عنوان: حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں کی ضرورت، اہمیت اور برکات

اس مقابلہ میں اول، دوم، سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کے اسماء یہ ہیں۔

گروپ: (A)

نمبر شمار	اسماء مقالہ نویسی	جماعت	پوزیشن	رقم
1.	مکرمہ ملیحہ الیاس صاحبہ	چنتا کنٹا	اول	2,500/-
2.	مکرمہ ماہرہ ناصر صاحبہ	حیدر آباد	دوم	1,500/-
3.	مکرمہ قرۃ العین صاحبہ	شوپیان	سوم	1,000/-

گروپ: (B)

نمبر شمار	اسماء مقالہ نویسی	جماعت	پوزیشن	رقم
1.	مکرمہ سیدہ سعدیہ حمید صاحبہ	حیدر آباد	اول	5,000/-
2.	مکرمہ امۃ المجیب سلطان صاحبہ	شیموگہ	دوم	3,000/-
3.	مکرمہ نجمہ طارق صاحبہ	قادیان	سوم	2,000/-

(ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ قادیان)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

رشتہ ناطہ میں یہ دیکھنا چاہئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا تو نہیں جو موجب فتنہ ہو اور یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ (ملفوظات، جلد 9، صفحہ 46، ایڈیشن 1984ء)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ہماری جماعت کو مناسب ہے کہ وہ اخلاقی ترقی کریں

کیونکہ اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ مشہور ہے

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 102، ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

ایسے گانے، نظمیں اور ترانے وغیرہ سننا شریعت کی رُو سے جائز ہیں جن کے ساتھ ناچ اور ڈانس وغیرہ نہ ہو اور ان میں کسی قسم کی اخلاقی گراوٹ نہ پائی جائے

نامحرم عورتوں کو کھلے طور سے نہ دیکھیں، خوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں بیگانہ عورتوں کے گانے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ سنیں ان کے حسن کے قصے نہ سنیں، یہ طریق پاک نظر اور پاک دل رہنے کے لئے عمدہ طریق ہے

مسلمان عباد الرحمٰن بننا چاہتے ہیں تو اُن کا اوّلین فرض یہ ہے کہ وہ گانے بجانے کی مجالس کو ترک کریں اور خدائے واحد سے لو لگائیں اگر وہ ایسا کریں گے تو کامیاب ہو جائیں گے

شادی بیاہ کے موقع پر شریعت کی رُو سے گانا جائز ہے مگر وہ گانا ایسا ہی ہونا چاہئے جو یا تو مذہبی ہو اور یا پھر بالکل بے ضرر ہو

عورت کو خلع لینے کا اسی طرح حق ہے جس طرح مرد کو طلاق دینے کا حق ہے اگر عورت خلع لینے پر مصر ہو اور وہ اس کی کوئی وجہ بھی بیان نہ کرے تب بھی قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس کی خلع کی درخواست ردّ کرے

فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے اس کا شکریہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے پوچھے جانے والے سوالات کے بصیرت افروز جوابات

نوٹ: سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مختلف وقتوں میں اپنے مکتوبات اور ایم ٹی اے کے مختلف پروگراموں میں اہم مسائل کے بارہ میں جو ارشادات مبارکہ فرماتے ہیں، ان میں سے کچھ قارئین کے افادہ کیلئے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کیے جا رہے ہیں۔ (ادارہ)

بنیادی مسائل کے جوابات (قسط 81)

سوال: لاہور سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں اس سوال پر مشتمل عریضہ تحریر کیا کہ اگر قاضی سمجھے کہ عورت کی علیحدگی کی درخواست جائز نہیں تو کیا وہ عورت کو خاوند کا گھر چھوڑنے سے منع کر سکتا ہے، ایسی صورت میں ان میاں بیوی کے تعلقات Rape شمار ہوں گے یا نہیں؟ نیز اگر ایک عورت سے غلاموں سے بدتر سلوک کیا جائے تو بہترین اخلاقیات کا دعویٰ کس طرح کیا جا سکتا ہے کیونکہ غلاموں کو بھی آزادی حاصل کرنے کا پورا حق ہوتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 7/مارچ 2023ء میں اس سوال کے بارے میں درج ذیل ہدایات فرمائیں۔ حضور نے فرمایا:

جواب: اس بارے میں تحریر ہے کہ عورت کو خلع لینے کا اسی طرح حق ہے جس طرح مرد کو طلاق دینے کا حق ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ عورت اپنا یہ حق عدالت/ قضاء کے ذریعہ استعمال کرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں: شریعت اسلام نے صرف مرد کے ہاتھ میں ہی یہ اختیار نہیں رکھا کہ جب کوئی خرابی دیکھے یا ناموافقت پاوے تو عورت کو طلاق دیدے بلکہ عورت کو بھی یہ اختیار دیا ہے کہ وہ بذریعہ حاکم وقت کے طلاق لے لے۔ اور جب عورت بذریعہ حاکم کے طلاق لیتی ہے تو اسلامی اصطلاح میں اس کا نام خُلع ہے۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 288)

عدالت یا قضاء فریقین میں صلح کروانے کی ایک حد تک کوشش کر سکتی ہے۔ اسی کوشش کے تحت فریقین میں حکمین کی کارروائی کا حکم ہے۔ (النساء: 36) لیکن صلح کی اس کوشش کے باوجود اگر عورت خلع لینے پر مصر ہو اور وہ اس کی کوئی وجہ بھی بیان نہ کرے تب بھی قاضی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس کی خلع کی درخواست ردّ کرے۔ قضاء کو لازماً خلع کی اس درخواست پر کارروائی کرنی پڑے گی۔ ہاں اگر عورت خلع لینے کی کوئی وجہ بیان نہ کرے اور نہ اس خلع کے لیے اپنے خاوند کو قصوروار ثابت کر سکے، تو ایسی صورت میں عورت کو اپنے حقوق از قسم حق مہر وغیرہ سے دستبردار ہونا پڑے گا۔

باقی جہاں تک خلع کی درخواست کے بعد میاں بیوی کے تعلقات زوجیّت کی بات ہے تو جب تک قاضی عورت کی درخواست خلع کا فیصلہ نہیں کر دیتا وہ دونوں میاں بیوی ہی ہیں اور ان کے درمیان ہونے والے تعلقات جائز قرار پائیں گے۔

طلاق کے بعد عدّت کے دوران میاں بیوی کے ایک ہی گھر میں رہنے کا جو اسلام نے حکم دیا ہے۔ (سورۃ الطلاق: 2) اس میں یہی حکمت ہے کہ شاید ان میں صلح کی کوئی صورت پیدا ہو سکے۔ اسی قرآنی تعلیم کے پیش نظر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی خلع کی درخواست کرنے والی عورت کے لیے ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے خاوند کے گھر رہ کر خلع کی درخواست کرے۔ بجز اس کے کہ عورت کو خاوند کے گھر رہ کر خلع کی درخواست دینے سے جان اور ایمان کا خطرہ ہو۔ ایسی عورت قضاء کے ذریعہ منظوری لے کر خاوند کے گھر سے باہر بھی خلع کی درخواست کر سکتی ہے۔

(روزنامہ الفضل قادیان نمبر 177، جلد 30، مورخہ یکم اگست 1942ء صفحہ 2)

آپ کے سوال کے دوسرے حصہ کے جواب میں تحریر ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین کو بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے، اس لیے جو لوگ اپنی بیویوں پر بے جا ظلم کرتے اور ان کے ساتھ غلاموں جیسا سلوک کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں اور ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہگار ہیں۔ اسلام نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا واضح حکم دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ (النساء: 20) یعنی ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کرتے ہوئے امت کو یہی ہدایت فرمائی کہ تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔

(سنن ترمذی کتاب المناقب بَاب فَضْلِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں فرماتے ہیں: فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں اور فرمایا ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے اس کا شکریہ یہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔

(الحکم نمبر 2، جلد 4، مورخہ 17/جنوری 1900ء صفحہ 3)

سوال: انڈونیشیا سے ایک دوست نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں تحریر کیا کہ اسلام کا موسیقی اور آلات موسیقی کے بارے میں کیا تصور ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 9/مارچ 2023ء میں اس سوال کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب: ایسے گانے، نظمیں اور ترانے وغیرہ سننا شریعت کی رُو سے جائز ہیں جن کے ساتھ ناچ اور ڈانس وغیرہ نہ ہو اور ان میں کسی قسم کی اخلاقی گراوٹ نہ پائی جائے۔ احادیث میں ایسے مختلف واقعات ملتے ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ کسی خوشی یا شادی بیاہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں لڑکیوں نے ترانے اور گانے گائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منع نہیں فرمایا، بلکہ اگر کسی نے انہیں روکنا چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کہا کہ ان بچیوں کو کچھ نہ کہو۔ (صحیح بخاری کتاب الجمعۃ بَاب الْحِرَابِ وَالدَّرَقِ يَوْمَ الْعِيدِ) اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شادی کے موقع پر حضرت عائشہؓ کو ہدایت فرمائی کہ انصار جن کے ہاں وہ بچی بیاہ کر جا رہی ہے ترنم کے ساتھ گیت وغیرہ سننا پسند کرتے ہیں، اس لیے خوش آواز سے گانے والی کچھ بچیوں کو بھی وہ دلہن کے ساتھ بھجوا دیں جو یہ گیت گائیں کہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں، ہم آپ کے پاس آئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سلامت رکھے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب الغناء والدف) لیکن اگر ان گیتوں یا ترانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی نامناسب بات دیکھی یا محسوس کی تو آپ نے فوراً اس بات سے گانے والیوں کو منع فرما دیا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب شھود الملائکۃ بدرا)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ النور کی آیات کا تفسیری ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ایمانداروں کو جو مرد ہیں کہہ دے کہ آنکھوں کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھیں اور ایسی عورتوں کو کھلے طور سے نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہو سکتی ہوں اور ایسے موقع پر خوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں اور اپنے ستر کی جگہ کو جس طرح ممکن ہو بچاویں۔ ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچاویں یعنی بیگانہ عورتوں کے گانے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ سنیں۔ ان کے حسن کے قصے نہ سنیں۔ یہ طریق پاک نظر اور پاک دل رہنے کے لیے عمدہ طریق ہے۔ ایسا ہی ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچائیں یعنی ان کی پُرشہوات آوازیں نہ سنیں۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 342، 341)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ مختلف اسلامی ممالک میں مسلمانوں کی حکومتوں کے زوال کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اتنی بڑی تباہی دیکھنے کے باوجود مسلمانوں کو اب بھی یہی شوق ہے کہ سینما دیکھیں اور گانا بجانا سُنیں اور وہ اپنی تاریخ سے کوئی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن کریم نے

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ میں بتادیا ہے کہ اگر مسلمان عباد الرحمٰن بننا چاہتے ہیں تو اُن کا اوّلین فرض یہ ہے کہ وہ گانے بجانے کی مجالس کو ترک کریں۔ اور خدائے واحد سے لو لگائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو کامیاب ہو جائیں گے۔ اور اگر نہیں کریں گے تو اس کے تباہ کن نتائج سے وہ محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 219، 218، مطبوعہ یوکے 2023ء)

البتہ شادی بیاہ کے مواقع پر صاف ستھرے گانوں کے سننے سنانے کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شادی بیاہ کے موقع پر شریعت کی رُو سے گانا جائز ہے۔ مگر وہ گانا ایسا ہی ہونا چاہیے جو یا تو مذہبی ہو اور یا پھر بالکل بے ضرر ہو مثلاً شادی بیاہ کے موقع پر عام گانے جو مذاق کے رنگ میں گائے جاتے ہیں اور جو بالکل بے ضرر ہوتے ہیں ان میں کوئی حرج نہیں ہوتا کیونکہ وہ محض دل کو خوش کرنے کے لیے گائے جاتے ہیں ان کا اخلاق پر کوئی بُرا اثر نہیں ہوتا۔

(فرمودات مصلح موعودؓ دربارہ فقہی مسائل صفحہ 220)

ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ شادی کے موقع پر کوئی گیت گالیں تو گناہ نہیں بشرطیکہ اس میں فحش اور لغو بکواس نہ ہو اور بے حیائی سے نہ گایا جائے۔

(فرمودات مصلح موعود در بارے فقہی مسائل صفحہ 221)

پس خلاصہ کلام یہ کہ گانا سننا حرام نہیں ہے۔ لہٰذا شادی بیاہ پر یا کسی خوشی کے موقعہ پر پاک صاف اشعار پر مبنی گیتوں کو گانا اور ان کا سننا منع نہیں ہے بشرطیکہ اس میں کسی قسم کی بے حیائی کا انداز نہ ہو اور نہ انسان کے جذبات کے بھٹکنے کا اندیشہ ہو۔ اور نہ ہی اس سے وقت کے ضیاع کا احتمال ہو۔

باقی جہاں تک آلات موسیقی کے استعمال کا تعلق ہے تو دف کے بارے میں تو احادیث میں بھی آیا ہے کہ اس کا استعمال جائز ہے۔ (سنن ترمذی کتاب النکاح باب ما جاء فی اعلان النکاح) اور اس کا حضور ﷺ نے مقصد بھی بیان فرمایا ہے کہ اس کے ذریعہ نکاح وغیرہ کا اعلان کیا جائے۔ پس کسی بامقصد کام کے لیے (جس طرح پرانے زمانہ میں جنگوں وغیرہ میں فوج کو اپنے وطن کی حفاظت پر ابھارنے کے لیے ان آلات کے استعمال کے ساتھ ترانے اور اشعار پڑھے جاتے تھے) ان آلات کا استعمال جائز ہے۔ لیکن اس زمانہ میں جبکہ بہت سے آلات موسیقی کو بے مقصد اور صرف ناچ گانوں اور بیہودہ قسم کے ڈانس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جیسے آج کل پاپ میوزک وغیرہ کی اقسام ہیں، جن میں ایک تو بیہودگی ہوتی ہے۔ دوسرا یہ انسانی جذبات کو شیطانی کاموں کی طرف لے جانے کا باعث بنتے ہیں، اور پھر ان میں کوئی مقصد بھی نہیں ہوتا، ان آلات کا اس طرح کا استعمال غلط ہے۔

سوال: کینیڈا سے ایک بچے نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں اپنی پریشانیوں اور مشکلات کا ذکر کر کے لکھا کہ جو والدین بچوں کی بات نہ سمجھیں، انہیں جسمانی اور ذہنی اذیتوں کا نشانہ بنائیں کیا انہیں بھی اُف نہ کہنے کا حکم ہے اور کیا بچوں کے کوئی حقوق نہیں ہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 11 مارچ 2023ء میں اس مسئلہ کے بارے میں درج ذیل راہنمائی عطا فرمائی۔ حضور نے فرمایا:

جواب: اسلام ایک کامل مذہب ہے اور اس کی تعلیم ایک متوازن تعلیم ہے جس میں ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے انسان کے حقوق و فرائض پوری طرح بیان کیے گئے ہیں۔

قرآن کریم نے جہاں والدین اور خصوصاً والدہ کے بچوں کے لیے ابتدائے حمل سے لے کر ان کی پیدائش اور پھر ان کے بچپن کی تربیت کے ضمن میں اٹھائی جانے والی تکالیف کے حوالہ سے بہت سے حقوق بیان فرمائے ہیں، وہاں قرآن کریم نے بچوں کی تربیت کا بھی والدین کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور بچوں کی پرواہ نہ کرنے کو قتل اولاد قرار دیا ہے۔ (حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 192) نیز بچوں کی اچھی تربیت نہ کرنے کو بھی قتل اولاد میں شامل فرمایا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ 333، مطبوعہ یوکے 2023ء)

پھر آنحضور ﷺ نے بھی اولاد کی تربیت کرنے اور ان کی عزت نفس کا خیال رکھنے کے بارے میں متعدد نصائح فرمائی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کی عزت و تکریم کرو اور انہیں اچھے آداب سکھاؤ۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الادب بَاب بِرِّ الْوَالِدِ وَالْإِحْسَانِ إِلَى الْبَنَاتِ) بچوں پر رحم اور ان کے ساتھ پیار محبت سے پیش آنے کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب بَاب فِي الرَّحْمَةِ)

اسی طرح دیہات کے کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے صحابہؓ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ اپنے بچوں کو چومتے بھی ہیں؟ صحابہ کے اثبات میں جواب پر دیہاتیوں نے کہا اللہ کی قسم ہم تو نہیں چومتے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے رحمت اور شفقت نکال دی ہے تو اس کا میں ذمہ دار تو نہیں ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل بَاب رَحْمَتِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصِّبْيَانَ وَالْعِيَالَ)

پس جہاں ایک طرف اسلام نے اولاد کو حکم دیا کہ وہ اپنے والدین کی عزت و احترام کریں، وہاں والدین کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ پیار محبت اور رحمت و شفقت کا سلوک کریں، ان کی جائز ضروریات کا خیال رکھیں، ان کی بہترین تربیت کر کے انہیں معاشرہ کا مفید وجود بنائیں۔ لیکن اگر کوئی والدین اپنے اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برتتے ہیں تو قیامت کے روز وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی اس کوتاہی کے ضرور جوابدہ ہوں گے۔ اور اگر کوئی والدین اپنی اولاد پر جسمانی ظلم بھی کرتے ہیں تو ایسے والدین اُف نہ کہنے کے حق سے محروم ہو جاتے ہیں اس لیے ایسے والدین کی جماعتی سطح پر بھی اور قانونی اداروں کو بھی رپورٹ کی جاسکتی ہے۔

باقی جو آپ نے اپنی ذہنی پریشانیوں کا ذکر کیا ہے، اس کے لیے آپ کثرت سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ کا وِرد کیا کریں، اٹھتے بیٹھتے استغفار کرتی رہا کریں اور نمازوں میں اپنے لیے بہت دعا کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام پریشانیاں اور مشکلات دُور فرمائے، آپ پر اپنا خاص فضل فرمائے، آپ کو اپنے پیار سے سرفراز فرمائے اور آپ کو ہمیشہ اپنے فضلوں سے نوازتا رہے۔ آمین

سوال: محترم امیر صاحب کینیڈا نے تین طلاقوں کے ایک معاملہ میں محترم مفتی صاحب کا فتویٰ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش کر کے اس بارے میں راہنمائی چاہی۔ جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 25 مارچ 2023ء میں اس بارے میں درج ذیل راہنمائی فرمائی۔ حضور نے فرمایا:

جواب: اس معاملہ میں محترم مفتی صاحب نے جو فتویٰ دیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔ خاوند کے ان طلاقوں کے اقرار کے علاوہ اس کی طرف سے مختلف وقتوں میں دی جانے والی تین تحریری طلاقیں بھی جب موجود ہیں تو پھر طلاق سے کس طرح انکار ہو سکتا ہے۔

پس فریقین میں تین طلاقیں تو ہو چکی ہیں۔ باقی اگر فریقین میں ماضی میں کسی وقت طلاق کے بعد بھی تعلقات زوجیت قائم ہوئے ہیں، جو لاعلمی سے ہوں یا جہالت کی وجہ سے ہوئے ہوں، جو بھی صورتحال تھی، وہ بہر حال اسلامی شریعت کے خلاف ہیں۔ اس کے لیے فریقین کثرت سے استغفار کریں اور حسب توفیق صدقہ و خیرات کریں۔

اللہ تعالیٰ فریقین کو عقل اور سمجھ عطا فرمائے، اسلام کی حقیقی تعلیمات پر کامل طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین

سوال: یوکے سے ایک خاتون نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ترجمۃ القرآن میں سورۃ البقرہ کی آیت 66 کے تحت درج فٹ نوٹ کے حوالہ سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں لکھا ہے کہ اس عبارت سے میں سمجھ رہی ہوں کہ ڈارون کا نظریہ درست تھا، جبکہ جماعت تو ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو غلط مانتی ہے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مورخہ 25 مارچ 2023ء میں اس کا درج ذیل جواب عطا فرمایا۔ حضور نے فرمایا:

جواب: آپ کی یہ بات تو درست ہے کہ جماعت احمدیہ انسانی تخلیق کے سلسلہ میں ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو درست نہیں مانتی۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے مختلف مواقع پر ڈارون کے نظریہ کو غلط قرار دیا اور اپنی ایک تقریر جو "سیر روحانی نمبر 1" کے عنوان سے انوار العلوم جلد 15 میں شائع ہو چکی ہے، میں اس موضوع پر نہایت سیر حاصل بحث فرماتے ہوئے ڈارون کے نظریہ کو بدلائل ردّ فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی مختلف تقاریر اور سوال و جواب کی مجالس میں ڈارون کے نظریہ کو غلط کہا ہے۔ نیز اپنی تصنیف "الہام، عقل، علم اور سچائی" میں ڈارون کے نظریہ کو دلائل کے ساتھ غلط ثابت کیا ہے۔ اس لیے اس مضمون کو زیادہ بہتر طور پر سمجھنے کے لیے آپ کو ان دونوں کتابوں کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے۔

باقی جہاں تک حضورؒ کے ترجمۃ القرآن میں سورۃ البقرہ کی آیت 66 کے تحت درج فٹ نوٹ کا تعلق ہے تو اسے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی دیگر تقریروں اور تحریروں کے تناظر میں ہی دیکھنا پڑے گا اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا موقف یہی تھا کہ ڈارون کا نظریہ درست نہیں ہے۔ لہٰذا اس فٹ نوٹ کا بھی یہی مطلب بنے گا کہ یہاں دراصل حضورؒ نے بگڑے ہوئے علماء کے لیے بندر کے لفظ کے قرآنی استعمال کی صرف ایک وضاحت بیان فرمائی ہے کہ ان بگڑے ہوئے علماء کا حقیقت میں بندر بننا مراد نہیں بلکہ ان کا اشرف المخلوقات والے اپنے اعلیٰ مقام سے گر کر بندروں والے ذلت و رسوائی والے مقام میں پڑ جانا مراد ہے۔

(مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن)

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 21 ستمبر 2024ء)

❀❀❀❀

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

V-CARE
Food Plaza
Fast Food Restaurant

!! COME HUNGRY !! LEAVE HAPPY !!
Contact : 7250780760
Ramsar Chowk, Ram Das Gupta Path,
Bhagalpur - 812002 (Bihar)

طالب دعا: خالد ایوب (جماعت احمدیہ بھاگلپور، صوبہ بہار)

SK.KHALID AHMED
Mob.9861288807
M/S. H.M. GLASS HOUSE
Deals in : Glass, Fibres, Glas Channel & all type of feetings
CHHAPULIA BY-PASS, BHADRAK ODISHA- 756100

طالب دعا: شیخ خالد (جماعت احمدیہ بھدرک، صوبہ اڈیشہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بہ حجت پامال ✿ سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

نور دکھلا کے تیرا سب کو کیا ملزم و خوار ✿ سب کا دل آتش سوزاں میں جلایا ہم نے

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، جنگل باغبانہ، قادیان

یارسول اللہؐ! ایک وقت تھا کہ مجھے تمام دنیا میں آپؐ کی ذات سے اور آپؐ کے دین سے اور آپؐ کے شہر سے سب سے زیادہ دشمنی تھی، لیکن اب مجھے آپؐ کی ذات اور آپؐ کا دین اور آپؐ کا شہر سب سے زیادہ محبوب ہیں

سَریّہ قُرطاء کے حالات وواقعات کا ایمان افروز بیان

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 13 ردسمبر 2024 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: سریّہ قُرطاء کب ہوا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: یہ سریّہ دس محرّم 6 ہجری میں ہوا۔

سوال: دشمن قوم مدینہ پر کیا کرنے کی پلاننگ کر رہے تھے؟

جواب: حضورِانور نے فرمایا: دشمن قوم مدینہ پر حملہ کرنے کی پلاننگ کر رہے تھے۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کو قُرطاء کی جانب روانہ فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: آنحضرتؐ نے حضرت محمد بن مَسلَمہؓ کو تیس سواروں کے ہمراہ قُرطا کی جانب بھیجا۔

سوال: صحابہؓ کی سوچ ثمامہ کے متعلق کیا تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثمامہ کے متعلق کیا سمجھتے تھے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: صحابہؓ یہ سمجھے ہوں گے کہ اب ثمامہ اپنے وطن کی طرف واپس لَوٹ جائے گا مگر آنحضرتؐ سمجھ چکے تھے کہ ثمامہ کا دل مفتوح ہو چکا ہے۔

سوال: ثمامہ بن اثال نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی بستی سے محبت کا اظہار کن الفاظ میں کیا؟

جواب: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ایک وقت تھا کہ مجھے تمام دنیا میں آپؐ کی ذات سے اور آپؐ کے دین سے اور آپؐ کے شہر سے سب سے زیادہ دشمنی تھی لیکن اب مجھے آپؐ کی ذات اور آپؐ کا دین اور آپؐ کا شہر سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

سوال: سریّہ قُرطاء کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کیا تحریر فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اِس کی تفصیل میں مختلف کتب و تواریخ سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو تحریر فرمایا ہے، وہ اِس طرح ہے کہ ابھی ۶ ؍ہجری شروع ہی ہوا تھا اور قمری سال کے پہلے مہینہ یعنی محرّم کے ابتدا ہی کی تاریخیں تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلِ نجد کی طرف سے خطرہ کی اطلاعات پہنچیں۔ یہ اندیشہ قبیلہ قُرطاء کی طرف سے تھا، جو قبیلہ بنوبکر کی ایک شاخ تھا اور نجد کے علاقہ میں بمقام ضریّہ آباد تھا، جو مدینہ سے سات یوم کی مسافت پر واقع تھا۔

سوال: حضور انور نے ثمامہ بن اُثال کے قبول اسلام کے متعلق کیا فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: سریہ قُرطا کی واپسی پر ثُمامہ بن اُثال کے قید کیے جانے کا واقعہ پیش آیا مدینہ پہنچ کر جب ثُمامہ کو آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؐ نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا اور محمد بن مَسلَمہ اور اُن کے ساتھیوں سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کون شخص ہے؟ اُنہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا، جس پر آپؐ نے اُن پر حقیقتِ حال ظاہر کی۔ اِس کے بعد آپؐ نے حسبِ عادت ثُمامہ کے ساتھ نیک سلوک کیے جانے کا حکم دیا اور پھر اندرونِ خانہ تشریف لے جا کر گھر میں ارشاد فرمایا کہ جو کچھ کھانے کے لیے تیار ہو ثُمامہ کے لیے باہر بھجوا دو۔ اِس کے ساتھ ہی آپؐ نے صحابہؓ سے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ثُمامہ کو کسی دوسرے مکان میں رکھنے کی بجائے مسجدِ نبوی کے صحن میں ہی کسی ستون کے ساتھ باندھ کر قید رکھا جائے، جس سے آپؐ کی غرض یہ تھی کہ تا آپؐ کی مجالس اور مسلمانوں کی نمازیں ثُمامہ کی آنکھوں کے سامنے منعقد ہوں اور اُس کا دل اِن روحانی نظاروں سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف مائل ہو جائے۔ اُن ایّام میں آنحضرتؐ ہر روز صبح کے وقت ثُمامہ کے قریب تشریف لے جاتے اور حال پوچھ کر دریافت فرماتے کہ ثُمامہ! بتاؤ اب کیا ارادہ ہے؟ ثُمامہ جواب دیتا! اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپؐ کو اِس کا حق ہے کیونکہ میرے خلاف خون کا الزام ہے لیکن اگر آپؐ احسان کریں تو آپؐ مجھے شکرگزار پائیں گے اور اگر آپؐ فدیہ لینا چاہیں تو میں فدیہ دینے کے لیے بھی تیار ہوں۔ تین دن تک یہی سوال و جواب ہوتا رہا۔ آخر تیسرے دن آنحضرتؐ نے از خود صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ ثُمامہ کو کھول کر آزاد کر دو۔ صحابہ نے فوراً آزاد کر دیا اور ثُمامہ جلدی جلدی مسجد سے نکل کر باہر چلا گیا۔ غالباً صحابہؓ یہ سمجھے ہوں گے کہ اب وہ اپنے وطن کی طرف واپس لَوٹ جائے گا مگر آنحضرتؐ سمجھ چکے تھے کہ ثُمامہ کا دل مفتوح ہو چکا ہے، اب اُس پر آنحضرتؐ کی قوتِ قدسیّہ کا اثر ہو چکا ہے اور نتیجہ بھی یہی نکلا۔ چنانچہ وہ ایک قریب کے باغ میں گیا اور وہاں سے نہا دھو کر واپس آیا اور آتے ہی آنحضرتؐ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ اِس کے بعد اُس نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ایک وقت تھا کہ مجھے تمام دنیا میں آپؐ کی ذات سے اور آپؐ کے دین سے اور آپؐ کے شہر سے سب سے زیادہ دشمنی تھی لیکن اب مجھے آپؐ کی ذات اور آپؐ کا دین اور آپؐ کا شہر سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

سوال: مسلمان ہونے کے باعث ثُمامہؓ نے آنحضرتؐ سے کیا عرض کیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: مسلمان ہونے کے باعث ثُمامہؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! جب آپؐ کے آدمیوں نے مجھے قید کیا تھا تو اُس وقت مَیں خانہ کعبہ کے عُمرہ کے لیے جا رہا تھا، اب مجھے کیا ارشاد ہے؟ آپؐ نے اِس کی اجازت مرحمت فرمائی اور دُعا کی اور ثُمامہ مکّہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

سوال: جب ثمامہ نے جوش ایمان میں آ کر قریش میں برملا تبلیغ شروع کر دی تو قریش نے کیا کیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: ثُمامہ نے جوشِ ایمان میں قریش کے اندر برملا تبلیغ شروع کر دی۔ قریش نے یہ نظارہ دیکھا تو اُن کی آنکھوں میں خون اُتر آیا اور انہوں نے ثُمامہ کو پکڑ کر ارادہ کیا کہ اُسے قتل کر دیں۔ مگر پھر یہ سوچ کر کہ وہ یمامہ کے علاقے کا رئیس ہے اور یمامہ کے ساتھ مکہ کے گہرے تجارتی تعلقات ہیں وہ اِس ارادہ سے باز آ گئے اور ثُمامہ کو بُرا بھلا کہہ کر چھوڑ دیا ہے۔

سوال: ثُمامہؓ نے مکہ سے رخصت ہوتے ہوئے قریش مکہ سے کیا کہا؟

جواب: ثُمامہؓ نے مکہ سے رخصت ہوتے ہوئے قریش مکہ سے کہا خدا کی قسم! آئندہ یمامہ کے علاقہ سے تمہیں غلہ کا ایک دانہ نہیں آئے گا جب تک کہ رسول اللہؐ اِس کی اجازت نہ دیں گے۔

سوال: اپنے وطن پہنچ کر ثمامہؓ نے کیا کیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اپنے وطن میں پہنچ کر ثُمامہؓ نے واقعی مکّہ کی طرف یمامہ کے قافلوں کی آمد و رفت روک دی اور چونکہ مکّہ کی خوراک کا بڑا حصّہ یمامہ کی طرف سے آتا تھا، اِس لیے اِس تجارت کے بند ہو جانے سے قریش مکّہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اُنہوں نے گھبرا کر آنحضرتؐ کی خدمت میں خط لکھا کہ آپ ہمیشہ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور ہم آپؐ کے بھائی بند ہیں، ہمیں اِس مصیبت سے نجات دلائیں۔

✿ ✿ ✿

جس شخصیت کا اللہ تعالیٰ سے یہ تعلق ہو کہ اس کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جائے اور اس کے واسطے سے دعا مانگنے سے گناہ معاف ہو جائیں اس کا اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے کس قدر عظیم ہوگا اور اس کی عام باتوں کو بھی یقیناً خدا تعالیٰ دعا کے رنگ میں قبول کر لیتا ہوگا

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 18 راگست 2006 بطرز سوال وجواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اعلان فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کروایا کہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ یعنی تو کہہ کہ اے لوگو! اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اس صورت میں وہ بھی تم سے محبت کرے گا اور تمہارے قصور بخش دے گا، تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالیٰ سے تعلق کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: جس شخصیت کا اللہ تعالیٰ سے یہ تعلق ہو کہ اس کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو جائے اور اس کے واسطے سے دعا مانگنے سے گناہ معاف ہو جائیں اس کا اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے کس قدر عظیم ہوگا اور اس کی عام باتوں کو بھی یقیناً خدا تعالیٰ دعا کے رنگ میں قبول کر لیتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے اس اظہار کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ مَیں بشری تقاضے کے تحت ایک عام بات بھی کروں تو وہ دعا کا رنگ اختیار کر سکتی ہے اور کسی دوسرے کے لئے ابتلاء یا امتحان کا موجب بن سکتی ہے۔ اس لئے آپؐ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب سے یہ شرط رکھی ہے کہ اے میرے پروردگار میں بھی ایک عام آدمی اور عام انسانوں کی طرح غصے میں آ جاتا ہوں اور خوش بھی ہوتا ہوں جس طرح دوسرے لوگ خوش ہوتے ہیں پس اگر میں کسی انسان کے بارے میں بددعا کروں اور وہ درحقیقت اس کا اہل نہ ہو تو میری یہ دعا ہے کہ اے میرے اللہ! میری یہ بددعا اس کی پاکیزگی اور قیامت کے دن درجات کی بلندی کا باعث بن جائے۔ پس یہ تھا آپؐ کو اپنے خدا پر اپنی دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں یقین۔ اور یہ اس لئے تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ محبوب اپنے محبوب کی ذرا سی بات کو بھی ٹال دے۔ آپؐ کے اس مقام کا دشمن کو بھی یقین تھا، وہ چاہے آپ کے خدا کی طرف سے ہونے کے قائل تھے۔

سوال: حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کے بارے میں کیا بیان فرماتے ہیں؟

جواب: حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔‘‘

سوال: جب قریش نے رسول کریم ﷺ کی تکذیب اور نافرمانی کی تو آپ ﷺ نے ان کے خلاف کیا دعا کی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: ایک روایت میں آتا ہے مسروق بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ جب قریش نے رسول کریم ﷺ کی تکذیب اور نافرمانی کی تو آپ نے ان کے خلاف یہ دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلَیْھِمْ بِسَبْعٍ کَسَبْعِ یُوْسُفَ۔ اے اللہ! میری مشرکین کے مقابلے پر اس طرح سات سالوں کے ذریعہ سے مدد فرما جس طرح تو نے یوسف کی سات سالوں کے ذریعہ سے مدد فرمائی تھی۔

سوال: آنحضرت ﷺ کی دشمن کیلئے بد دعا اور اسکی قبولیت کے بارے میں کیا بیان ہوا ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: ایک روایت میں آپؐ کی دشمن کے لئے بد دعا اور اس کی قبولیت کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کعبہ کے سائے میں نماز ادا کر رہے تھے کہ ابوجہل اور قریش کے چند لوگوں نے مشورہ کیا۔ مکہ کے ایک کنارے پر اونٹ ذبح کئے گئے تھے، انہوں نے بھیجا اور وہ اونٹ کی اوجڑی اٹھا لائے اور اسے نبی کریم ﷺ کے اوپر لا کر رکھ دیا۔ حضرت فاطمہ آئیں اور اسے آپؐ کے اوپر سے اٹھایا۔ اس پر آپؐ نے فریاد کی اے اللہ! تو قریش کو خود سنبھال، اے اللہ! تو قریش کو خود سنبھال، اے اللہ! تو قریش کو خود سنبھال۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بد دعا ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابی بن خلف اور عقبہ بن ابومُعیط وغیرہ کے متعلق تھی۔ عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے میدان میں مقتولین میں دیکھا۔

سوال: رسول کریم ﷺ کی دعا کے طفیل حضرت انس رضی اللہ عنہ پر کیا افضال نازل ہوئے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اپنے خادم انس کے لئے دعا کریں۔ آپؐ نے دعا کی اے اللہ! اس کے اموال اور اس کی اولاد میں برکت ڈال دے اور جو کچھ تو اسے عطا کرے اس میں برکت ڈال۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت انس کا ایک باغ تھا، اس دعا کے بعد سال میں دو دفعہ پھل دیتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت انس کے لئے کثرت مال اور اولاد کی جو دعا مانگی تھی اس کے نتیجہ میں حضرت انس کی زندگی میں 80 کے قریب آپ کے بیٹے اور پوتے اور پوتیاں اور نواسے نواسیاں تھیں اور آپ نے 103 یا بعض روایتوں میں آتا ہے کہ 110 سال تک عمر پائی۔

سوال: آنحضرت ﷺ کی دعا کے طفیل حضرت ابو ہریرہؓ کی یادداشت تیز ہونے کے متعلق حضور انور نے کیا فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہؓ کو آنحضرت ﷺ کی مجلس میں ہر وقت موجود رہنے اور آپ کی بابرکت باتیں سننے اور انہیں یاد رکھنے کا اس قدر شوق تھا کہ جب آپ شروع میں آئے ہیں تو ذہن اتنا تیز نہیں تھا، تمام باتیں یاد نہیں رہتی تھیں تو بڑے فکر مند ہوتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک روز اپنی اس کمزوری کا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا اور دعا کی درخواست کی۔ حضرت ابو ہریرہ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ سے جو باتیں سنتا ہوں بھول جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنی چادر پھیلاؤ۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے چادر پھیلائی تو نبی کریم ﷺ نے دعا کی۔ کہتے ہیں اس دعا کے بعد بہت ساری باتیں اور حدیثیں میں نے سنیں مگر میں ان میں سے ایک بھی بات نہیں بھولا۔

✡✡✡✡

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت ✡ اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور ✡ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگولین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

’’سب سے بنیادی اور اوّلین اصول جس کے مطابق
ہر مسلمان مرد اور عورت کو اپنی زندگی لازماً بسر کرنی چاہئے وہ توحید ہے،
یعنی اس کامل ایمان اور یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اسکا کوئی ہمسر نہیں۔‘‘

(پیغام نیشنل اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ تنزانیہ 2019)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہمیں بچوں کے ذہنوں میں اس بات کو ڈالنا ہوگا کہ
ہمیں اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے اور ہمیں ان اخلاق کو اپنانے کی ضرورت ہے
جو ہمیں اللہ تعالیٰ اور اسلامی تعلیمات نے سکھائے ہیں

(روزنامہ الفضل آن لائن کی 30/ستمبر 2022ء)

طالب دعا: ناصر احمد ایم۔بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم۔اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

نماز جنازہ حاضر و غائب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 19/اکتوبر 2024ء بروز ہفتہ 12 بجے دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لا کر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضر و غائب پڑھائی۔

نماز جنازہ حاضر

مکرمہ سلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مرزا نذیر احمد ناصر صاحب (برمنگھم ویسٹ۔یوکے)

14/اکتوبر 2024ء کو 79 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ قادیان میں پیدا ہوئیں۔ زیادہ عرصہ گوجرانوالہ میں گزارا اور 2011ء میں اپنے شوہر کے ساتھ یوکے آئیں۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، چندوں میں باقاعدہ، خلافت کی اطاعت گزار ایک نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ آپ کو تبلیغ کا شوق تھا اور پاکستان میں 10 بیعتیں بھی کروائیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں شوہر کے علاوہ چار بیٹے، چار بیٹیاں اور بہت سے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں شامل ہیں۔ مرحومہ کے ایک بیٹے مکرم مرزا مظفر احمد صاحب کو بطور زعیم انصار اللہ برمنگھم ویسٹ اور بہو مکرمہ امۃ الحئی صاحبہ کو بطور صدر لجنہ برمنگھم ویسٹ خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ مرحومہ مکرم منصور احمد ضیاء صاحب (مربی سلسلہ واستاد جامعہ احمدیہ یوکے) کی تائی اور مکرم انور اقبال صاحب (مربی سلسلہ واستاد جامعہ احمدیہ گھانا) کی خالہ تھیں۔

نماز جنازہ غائب

(1) مکرم محمد جمیل فیضی صاحب ابن مکرم الحاج محمد علی فیضی صاحب (ربوہ)

27/اگست 2024ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے لاہور کے حلقہ گلبرگ میں مختلف تنظیمی خدمتوں کے علاوہ جماعت کے سیکرٹری مال کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ ربوہ میں اپنے حلقہ میں بطور سیکرٹری مال بھی خدمت بجالاتے رہے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، خلافت کے ساتھ وفا کا تعلق رکھنے والے، نیک، دیندار اور مخلص انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ شامل ہیں۔ آپ کے داماد مکرم احمد لطیف فیضی صاحب صدر جماعت پٹنی ہیتھ کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(2) مکرم شیخ عطاء ربی صاحب ابن مکرم محمد عبد اللہ مقرب صاحب (بیلجیم)

24/ستمبر 2024ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے والد شیخ محمد عبد اللہ مقرب صاحب نے 1920ء کی دہائی میں احمدیت قبول کی تھی۔ مرحوم ربوہ کے ابتدائی باسیوں میں سے تھے۔ آپ نے پاکستان ایئر فورس میں 30 سال ملازمت کی اور وارنٹ آفیسر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ دوران ملازمت ہر جگہ کسی نہ کسی رنگ میں خدمت دین کی توفیق بھی پاتے رہے۔ 1995ء میں اپنے بچوں کے پاس بیلجیم آگئے اور اطفال کی تربیت کے علاوہ صدر انصار اللہ بیلجیم کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، سادہ مزاج، قناعت پسند، خلافت کے شیدائی، ایک نیک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ اولاد کی بہت اچھی تربیت کی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں ایک بیٹی اور 5 بیٹے شامل ہیں۔ آپ کے 2 پوتے مربی سلسلہ ہیں۔ جن میں سے مکرم عبد الہادی مسعود صاحب جماعت ناروے میں اور مکرم انس محمود صاحب جماعت یوکے میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

(3) مکرمہ طاہرہ ناصر صاحبہ اہلیہ مکرم ناصر احمد اعوان صاحب (حلقہ سروبا گارڈن۔لاہور)

26/مارچ 2024ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم شیخ نور احمد منیر صاحب (مبلغ سلسلہ بلاد عربیہ) کی بیٹی اور مکرم شیخ مبارک احمد صاحب (سابق مبلغ امریکہ) کی بھتیجی تھیں۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، مہمان نواز صابرہ و شاکرہ، نیک اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ مالی تحریکات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ خلافت سے والہانہ عشق تھا۔ تنظیمی لحاظ سے لجنہ کی فعال ممبر تھیں۔ اپنے علاقہ میں غیر از جماعت بچوں اور بچیوں کو بھی قرآن کریم پڑھاتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ آپ کی اولاد نہیں تھی۔ پسماندگان میں خاوند شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

✡✡✡✡

طالب دعا:
شیخ سلطان احمد
ایسٹ گوداوری
(آندھرا پردیس)

Near Railway Gate, Soro, Balasore-45, ODISHA
Prop. : Sk. Ishaque, Con. No. 7873776617, 9778116653, 9937080096
طالب دعا: شیخ اسحٰق، جماعت احمدیہ سورو (صوبہ اڈیشہ)

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadr.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

ہفت روزہ
بدر قادیان

Weekly **BADAR** Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA

Postal Reg. No. GDP/001/2023-25 Vol. 74 Thursday 27 - February - 2025 Issue. 09

MANAGER
SHAIKH MUJAHID AHMAD
Mobile : +91 99153 79255
e-mail: managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

آپ نے دنیا کے مختلف موضوعات پر بے شمار تقاریر کیں، مضامین لکھے، دینی اور قرآنی علوم کی تو کوئی انتہا ہی نہیں، دُنیاوی موضوعات، ملکی اور بین الاقوامی سیاست پر بھی تقاریر کیں اور مضامین لکھے، غیر معمولی معیار کے مضامین لکھے اور تقاریر کیں، اقتصادی امور اور دنیا کے مختلف نظاموں، سوشل ازم، کمیونزم، کیپٹلزم کا بھی تجزیہ کیا اور تقریر کی، حتّٰی کہ عسکری و فوجی و سائنسی و علمی موضوعات پر بھی علم و معرفت کی وہ باتیں بیان فرمائیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے

پیشگوئی مصلح موعود ’’وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا‘‘ پر حضور پُرنُور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 21رفروری 2025ء بمقام مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کل بیس فروری تھی، یہ دن جماعت میں پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے جانا جاتا ہے، اس دن یا اس حوالے سے ان دنوں میں آگے پیچھے پیشگوئی مصلح موعود کے جماعتوں میں جلسے بھی ہوتے ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک لمبی پیشگوئی ہے، جس میں ایک بیٹے کی پیدائش اور اس کی خصوصیات کا ذکر ہے، 20 فروری 1886ء کو اس کو اشتہار کی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس پیشگوئی میں لڑکے کی خصوصیات کے بارہ میں الہامی الفاظ کا ایک حصّہ اس طرح سے ہے کہ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور پھر ہے کہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیٹا عطا فرمایا، جو ان خصوصیات کا حامل تھا، جن کا نام بشیر الدین محمود احمد ہے، ان کو مصلح موعود بھی کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ پیشگوئی کے الفاظ ہیں کہ وہ لڑکا علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا، خدا تعالیٰ نے خود ان کی ذہانت کو جلا بخشی اور علوم سے پُر کیا۔ دنیاوی مضمونوں میں آپؓ بہت کمزور تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؓ سے علمی، دینی اور انتظامی کام ایسے ایسے کروائے ہیں کہ بڑے بڑے پڑھے لکھے بھی آپ کے سامنے طفلِ مکتب لگتے ہیں اور آپ کا باون سالہ دَورِ خلافت اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ نے دنیا کے مختلف موضوعات پر بے شمار تقاریر کیں، مضامین لکھے، دینی اور قرآنی علوم کی تو کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ آپ نے دنیاوی موضوعات، ملکی اور بین الاقوامی سیاست پر بھی تقاریر کیں اور مضامین لکھے۔ تاریخی حوالے سے غیر معمولی معیار کے مضامین لکھے اور تقاریر کیں۔ اقتصادی امور اور دنیا کے مختلف نظاموں، سوشل ازم، کمیونزم، کیپٹلزم کا بھی تجزیہ کیا اور تقریر کی اور بعد میں کتابی صورت میں بھی چھپ گئی اور یہ جماعت کے لٹریچر میں موجود ہے۔ حتّٰی کہ عسکری و فوجی معاملات اور سائنسی اور علمی موضوعات پر بھی علم و معرفت کی وہ باتیں بیان فرمائیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ مَیں چند نمونے یہاں پیش کروں گا جو صرف تعارف پر مبنی ہیں۔

آپؓ نے ترکی کا مستقبل اور مسلمانوں کا فرض کے نام پر ایک مشورہ دیا اور اس پر تبصرہ کیا، یہ 1919ء یعنی آپ کی خلافت کے ابتدائی دَور کی بات ہے۔ اس کا تعارف یہ ہے کہ اتحادِ ملّت کے ہر موقعے سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کے لیے حضورؓ نے، ایسے وقت میں جبکہ ترکیہ حکومت خطرے میں تھی، نہایت مدبّرانہ راہنمائی کرتے ہوئے 18 ستمبر 1919ء کو یہ کتاب تحریر فرمائی اور اس میں مختلف الخیال مسلمانوں کے اتحاد اور اجتماع کے لیے آپؓ نے راہنما اصول بیان فرمائے۔

ترکوں یا اسلام کے خلاف بغض و تعصب کی وجہ بیان کرتے ہوئے، اس صورتحال کی تبدیلی کے لیے آپ نے یہ راہنمائی فرمائی کہ مسلمان اپنی غلطی سے تائب ہوکر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور خود اسلام کو سمجھیں اور اس کی حقیقت سے آگاہ ہوں اور دوسروں کو آگاہ کریں تاکہ وہ نکبت و ادبار جو اس وقت مسلمانوں پر آرہا ہے، وہ دُور ہو۔

حضور انور نے فرمایا کہ پس یہی اصول آج بھی مسلمانوں کو اپنانے کی ضرورت ہے، نہیں تو اسلام مخالف دنیا مسلمان ممالک کے گرد گھیرا تنگ کرتی چلی جائے گی اور کررہی ہے۔

پھر ایک موقع آل پارٹیز کانفرنس کا پیدا ہوا، اس پر آپ نے آل پارٹیز کانفرنس کے پروگرام پر ایک نظر کے عنوان سے ہدایات دیں۔ یہ پمفلٹ حضور نے آل انڈیا پارٹیز کانفرنس میں پیش کرنے کے لیے 13 جولائی 1925ء کو تحریر فرمایا۔ اس پمفلٹ میں حضورؓ نے پہلے اسلام کی مذہبی اور سیاسی تعریف بیان فرمائی اور تمام مسلمان فرقوں کے سامنے یہ زرّیں اصول پیش کیا کہ سیاسی معاملات میں مسلمان مکمل اتحاد اور یکجہتی کا مظاہرہ کریں، کیونکہ سیاسی لحاظ سے اگر آپ کسی قوم کو الگ کر دیں گے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دوسری قوموں کی طرف رجوع نہ کرے۔ اس کے بعد اسلام کی ترقی و ترویج اور اس کے سیاسی استحکام کے لیے بعض تجاویز دیں۔

آپؓ نے فرمایا کہ قیامِ امن کے لیے ایک دوسرے کے مذہبی معاملات میں دخل نہ دیا جائے، وسعتِ حوصلہ کے ساتھ دوسروں کو عقیدے کے مطابق کام کرنے دیں اور خود اپنے عقیدے کے مطابق کام کریں۔

حضورؓ نے تجارت اور صنعت و حرفت کے متعلق فرمایا کہ تجارت ایک ایسا شعبہ ہے کہ جس سے مسلمانوں نے سب سے زیادہ تغافل برتا ہے اور تجارتی لحاظ سے وہ ہندوؤں کے غلام بن کر رہ گئے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا: اُس وقت یہی حالات تھے، آجکل اس معاملہ میں دنیا کی حکومتوں اور تاجروں کے غلام ہم بن گئے ہیں۔ پس اس طرف مسلمان حکومتوں کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ پاکستان اور بعض مسلمان ممالک میں عمومی طور پر تو یہی صورتحال ہے، خاص طور پر احمدیوں کے لیے یہ سوچ کہ یہ کافر ہیں، ویسے تو ہر فرقہ دوسرے فرقے کو بھی کافر کہتا ہے اور غیر مسلم دنیا میں اسی وجہ سے غلط تاثر پیدا ہو رہا ہے اور یہ بات مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ پس اس نقطے کو آج بھی مسلمان حکومتوں اور مسلمانوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

پاک و ہند، کے اس وقت حالات کے بارے میں ایک گول میز کانفرنس ہوئی تھی اور مسلمانوں کی اس میں نمائندگی کا سوال اٹھا تھا، حکومتِ برطانیہ نے ہندوستان کی آزادی کے جائزے کے لیے ایک کمیشن مقرر کیا تھا، جس نے ہر دس سال بعد جائزہ لینا تھا کہ کس حد تک لوگوں کو یہ اختیار دیے جاسکتے ہیں کہ وہ علیحدہ حکومت قائم کرلیں۔ اس کے پہلے صدر ایک انگریز بیرسٹر سر جان سائمن تھے۔ اس کمیشن اور ان فیصلوں پر مختلف وقتوں میں بحث کی جاتی رہی ہے اور حضرت مصلح موعودؓ نے مختلف وقتوں میں راہنمائی فرماتے ہوئے اپنے تفصیلی خیالات بھی پیش کیے اور مسلمانوں کی راہنمائی بھی کی۔ اس سلسلے میں ایک گول میز کانفرنس ہوئی، جس کی تفصیل کا ہماری تاریخ میں حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے ذکر ملتا ہے۔

اس موقعے پر حضور نے مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے فوری طور پر ایک مضمون تحریر فرمایا اور انہیں نصیحت کی کہ وہ باہمی تفرقہ اور اختلافات کو ترک کر دیں اور قومی مفاد کی خاطر اتفاق اور اتحاد سے کام کریں۔ صرف اس طریق پر وہ مخالف قوم کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے۔ حضور نے اس موقعے پر گورنمنٹ کو بھی مشورہ دیا کہ وہ سیاسی جماعتوں کے مشورے سے نمائندوں کا انتخاب کرے تاکہ کانفرنس کے فیصلوں کو لوگ خوشدلی سے قبول کرلیں۔

پھر ہندوستان کے اس وقت کے سیاسی حالات کے حل کے بارے میں آپ نے ایک مضمون لکھا۔ چونکہ سائمن کمیشن نے مسلمانوں کے حقوق کو پورے طور پر مدّنظر نہیں رکھا تھا، اس لیے حضور کو تشویش تھی اور آپ چاہتے تھے کہ آئندہ مسلمانوں کے حقوق کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اس لیے آپ نے مناسب سمجھا کہ اس موقعے پر سائمن کمیشن رپورٹ پر تبصرہ کر کے اس کے نقائص واضح کیے جائیں اور ہندوستان کے مسائل کا ایسا حل پیش کیا جائے کہ آئندہ زمانے میں سب قومیں صلح اور آشتی سے باامن زندگی گزار سکیں۔ حضور نے اپنے تبصرے میں مسلمانوں کے حقوق اور مطالبات پر سیر حاصل بحث کی اور اس کی معقولیت کو اجاگر کیا، اس کے ساتھ ہی آپ نے ہندوستان کے سیاسی مسائل کا نہایت معقول اور تسلی بخش حل پیش کیا۔ اس کے جامع و مانع تبصرہ کا انگریزی ایڈیشن شائع کروانے کے لیے فوری بھجوا دیا گیا تاکہ گول میز کانفرنس میں شامل ہونے والے اسے پڑھ کر فائدہ اٹھا سکیں۔ مسلمان نمائندوں کو خاص طور پر اس سے فائدہ پہنچا۔ چنانچہ انہوں نے پہلی بار متفقہ طور پر کامیابی سے اپنے مطالبات کانفرنس میں پیش کیے، جس کا انگلستان کے صائب الرّائے لوگوں پر گہرا اثر ہوا اور وہ ہندوستان میں مسلمانوں کی خصوصی حیثیت کے قائل ہوکر ان کے مطالبات کی معقولیت اور افادیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگئے۔

حضورؓ کی یہ کتاب، ہندوستان، انگلستان دونوں جگہوں پر بہت مقبول ہوئی اور اسے بڑی توجہ اور دلچسپی سے پڑھا گیا اور کئی مدبّر سیاستدانوں اور صحافیوں نے شاندار الفاظ میں حضور کو خراجِ تحسین پیش کیا۔

پھر دنیا کی موجودہ بے چینی کا اسلام کیا حل پیش کرتا ہے، اس بارے میں بھی آپ نے لکھا، آپ نے عالمگیر امن کو مدّنظر رکھتے ہوئے یہ پُر معارف تقریر 9 اکتوبر 1946ء کو دہلی میں ارشاد فرمائی۔

پھر حضورؓ نے روس اور موجودہ جنگ کے حوالے سے جنگ عظیم دوم میں روس کا پولینڈ میں داخل ہونا اس کے اوپر تبصرہ کیا ہے۔ جنگ عظیم دوم کے دوران جب روس پولینڈ میں داخل ہوا تو اس وقت حضرت مصلح موعودؓ نے یہ مضمون تحریر فرمایا۔ حضورؓ نے اس مضمون میں روس کے پولینڈ میں داخلے کی وجوہات اور مقاصد پر تبصرہ فرمایا۔

بین الاقوامی حالات پر بھی آپ کی گہری نظر تھی۔ اس سلسلے میں آپ کے اور بھی مضامین ہیں۔ دینی لٹریچر تفاسیر غیر معمولی تعداد میں ہیں۔ خطبات جمعہ اور جماعتی جلسوں اور موقعوں پر تقاریر تو علم و عرفان کا ایک خزانہ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پیشگوئی میں جو وعدہ فرمایا تھا اسے ہر پہلو سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ میں پورا ہوتا دکھایا۔ چند مثالیں میں نے ابھی آپ کو دی ہیں۔

آپ کے علم و عرفان کے اس لٹریچر کو ہمیں پڑھنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے اور بہت ساری ایسی باتیں ہیں جو آجکل کے حالات میں بھی منطبق ہو رہی ہیں اور اس سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس کی اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

☆......☆......☆

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad